فیصلہ کن مناظرے

مرتب

محمد عظیم اللہ خان قادری

ناشر

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز

جامع مسجد محسن روڈ کھارادر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعون اللہ تبارک وتعالیٰ

فتح الابرار علی الکفار

مسمیٰ

بنام تاریخی

فرحت افزائے فتح مبین

ترتیب لطیف : حضرت مولانا محمد وجیہ الدین صاحب امانی
قادری برکاتی ضیائی غازی پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى لا اله الا هو وحده صدق وعده و نصر عبده و اعز اهل الحق و جنده وهزم احزاب الباطل الذين ينقضون ميثاق الله وعهده والصلاة والسلام على حبيبه وخيرة خلقه و مالك ملكه بتمليكه والعالم باسراره ومن الغيب والشهادة بتعليمه و القاسم لرزقه بحكمه سيدنا و مالكنا و مليكنا ملكنا محمد رسول الله الذى لا نبى بعده وآله واصحابه و ابنه الغوث الاعظم و احزابه وسراج امته الامام الاعظم واحبابه وامام اهل سنته المجدد الاعظم العالم بدينه و كتابه وعلينا و على سائر اخواننا و اخواتنا من اهل سنته جماعته المتادبين بتعظيمه وادابه المكرمين عنده آمين يا ارحم الراحمين۔

حضرت شیر بیشہ سنت دامت برکاتہم القدسیہ

پر

بھدرسہ ضلع فیض آباد کے وہابیوں دیو کے بندوں کا

استغاثہ کاذبہ

نقل استغاثہ بابت مشمولہ مثل ممبری مقدمہ ۵۰۰ تعزیرات ہند بابت موضع بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر، مدعی عبدالحمید خان وغیرہ بنام حشمت علی براجلاس جناب مہابیر پرشاد اگروال اسپیشل میجسٹریٹ درجہ اول۔ تاریخ فیصلہ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء

بعدالت جناب حاکم تحصیل صاحب بہادر فیض آباد

۱۔عبدالحمید خان ولد سردار خان   اقوام پٹھان

۲۔سراج الحق خاں ولد محمد ظہور خاں   ساکنان قصبہ بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر

۳۔حبیب اللہ عرف جمن قوم شیخ   تحصیل وضلع فیض آباد

بنام:۔حشمت علی ولد نا معلوم ساکن شہر پیلی بھیت حال وارد قصبہ بھدرسہ برمکان علی بہادر خان ولد محمد میر خاں۔تھانہ پورہ قلندر تحصیل وضلع فیض آباد

جرم دفعہ ۱۵۳/ ۵۰۰/ ۲۹۸ الف تعزیرات ہند

غریب پرور سلامت:

جناب عالی! مقدمہ، مندرجہ عنوان میں گزارش ہے کہ مدعیان اہلسنت والجماعت فرقہ حنفیہ ہیں اور قصبہ بھدرسہ کے رہنے والے ہیں اور ملزم پیلی بھیت کا رہنے والا ہے اپنے کو عالم کہتا ہے اور بریلوی عقیدہ رکھنا ظاہر کرتا ہے۔ملزم ایک نہایت ہی مفسد آدمی ہے جس کی غرض وغایت یہ رہا کرتی ہے کہ اسلامی فرقوں میں تفرقہ پیدا کرے اور علمائے دین کی جو اس کے خیالات وعقائد کے نہیں ہیں گستاخی کرے۔ملزم عرصہ تخمیناً ایک ماہ سے آکر بھدرسہ میں مقیم ہے اور اس دوران میں ہر ممکن طریقہ سے اپنے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے چنانچہ اس درمیان میں اس نے اپنے ہم عقیدہ اشخاص کے ایما سے کئی بار اپنی غرض کے لیے جلسے بھی منعقد کیے۔جن میں اس نے مدعیان نیز علمائے دین کی شان میں جن کی مدعیان وقعت وعزت کرتے ہیں گستاخی کی۔مدعیان نے ہر طرح کی کوشش کی کہ وہ اس حرکت بیجا سے باز آجائے مگر کوئی اثر نہ ہوا۔چنانچہ ملزم نے بتاریخ ۸ جون ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے شب لغایۃ ۱۲ بجے شب ایک تقریر کی۔جس کے دوران میں ملزم نے تقریر ذیل مدعیان کے مذہبی عقائد مجروح

کرنے ہتک اور توہین کرنے ونیز فرقہ وارانہ فساد برپا کرنے کی غرض سے مجمع عام میں کی۔

(الف) یہ کہ مولوی اشرفعلی تھانوی ومولوی محمد قاسم نانوتوی ومولوی خلیل احمد انبیٹھی، ومولوی عبدالشکور کاکوروی ومولوی عبدالرشید گنگوہی کافر مرتد و بے دین ہیں۔

(ب) یہ کہ مسمیان عبدالحمید خاں وحبیب اللہ ومحمد شریف خاں ومولوی سراج الحق وحکیم محمد عارف ساکنان قصبہ بھدرسہ وہابی کافر مرتد بے دین اور دیو کے بندے ہیں علاوہ بریں ملزم یہ بھی کوشش کر رہا ہے کہ وہ اپنے عقائد کے موافق افراد کے یہاں جا کر ان کو مجبور اور موثر کرے کہ وہ دوسرے عقائد والے مسلمانوں سے کوئی ربط وضبط نہ رکھیں اور نہ رشتہ وغیرہ قائم کریں نہ قائم رہنے دیں بلکہ ایک طریقہ سے سوشل بائیکاٹ کریں اور ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے خلاف نفرت وعناد کے جذبات مشتعل پیدا کر رہا ہے۔

ملزم نے توہین آمیز تقریر بالا اس غرض و غایت سے مجمع عام میں کی کہ مدعیان کے مذہبی عقائد کو مجروح کرے اور مدعیان وعلمائے دین کی توہین وہتک ہو اور ایک فرقے کے دوسرے فرقے سے نفرت وعناد کے جذبات مشتعل ہوں چنانچہ ملزم کی تقریر مذکور سے مدعیان وعلمائے دین مدعیان کی سخت توہین و دل آزاری ہوئی اور ملزم کے فرقے کو مدعیان کے فرقے سے نفرت وعناد کے جذبات مشتعل اور پیدا ہو گئے ہیں۔عالیجاہا۔ملزم نہایت ہی مفسد آدمی ہے اور کئی بار اس قسم کے مقدمات میں ماخوذ ہو چکا ہے اور کئی ایک جگہ سے نقص امن کا اندیشہ دیکھتے ہوئے حکام متعلقہ کے ذریعہ سے شہر بدر بھی ہو چکا ہے۔ملزم جرم دفعات ۲۹۸/۵۰۰،۱۵۳۔الف کا مرتکب ہے۔گواہان چشم دید موجود ہیں۔

مدعی نمبر ا نے ایک تحریری رپورٹ بھی ملزم کے خلاف تھانہ پورہ قلندر میں کیا ہے لہذا تدارک ملزم، حسب دفعات بالا فرمایا جائے۔مکرر یہ کہ مدعیان کو اندیشہ ہے کہ ملزم دعویٰ ہذا کی خبر پا کر کہیں فرار ہو جائے گا لہذا بغرض انصاف مدعیان مستدعی ہیں کہ دستی سمن یا وارنٹ بنام ملزم مدعیان کو مرحمت فرمایا جائے تا کہ ان کی حق رسی ہو سکے اور مناسب تدارک ملزم کا ہو سکے۔

عرضے

فدویان عبد الحمید خان وسراج الحق وحبیب اللہ مدعیان۔مورخہ ۱۲ جون ۱۹۴۶ء

نقل بیان ظہری مستغیثان وبعض گواہان

سراج الحق ولد محمد ظہور خان ساکن قصبہ بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر نے بحلف بیان کیا کہ حشمت علی عرصہ تخمیناً ایک ماہ سے قصبہ بھدرسہ میں آ کر ٹھہرا ہوا ہے اور جلسہ کرتا ہے جس میں وہ اعلانیہ طور پر مظہر کے علمائے دین کو برا بھلا کہتا ہے اور ان کو کافر ومرتد بے دین کہتا ہے میں اپنے علمائے دین اشرفعلی تھانوی، مولوی قاسم علی نانوتوی، عبد الرشید گنگوہی، عبد الشکور کاکوروی، خلیل احمد انبہٹی وغیرہ کی بہت عزت کرتا ہوں ان کو ملزم نے کافر مرتد بے دین کہا۔۸ جون ۱۹۴۶ء کو شب میں خاص طور سے یہ تقریریں کی گئیں جس سے ہمارے مذہبی عقائد کو سخت ضرب پہنچائی اسی تقریر میں مجھ کو عبد الحمید خاں، حبیب اللہ، محمد شریف وحکیم عارف کو بھی وہابی کافر مرتد بیدین اور دیو کا بندہ کہا اس سے ہم لوگوں کی سخت توہین ہوئی۔ملزم ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ سے جھگڑا کرا رہا ہے نفرت پیدا کرا رہا ہے۔

مسمیان حکیم عارف، حکیم تجمل حسین، رحمت اللہ خان، محمد شریف خاں وغیرہ کے سامنے توہین آمیز الفاظ ملزم نے بیان سن کر تصدیق کیا۔۱۲ جون ۱۹۴۶ء دستخط

سراج الحق بقلم خود۔

حبیب اللہ ولد جمن سکنہ بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر نے بحلف بیان کیا کہ جو کچھ میں نے دعویٰ میں کہا ہے صحیح ہے سن کر تصدیق کیا۔۱۲ جون ۱۹۴۶ء۔دستخط حبیب اللہ۔

اظہار ۳ نمبر ۱۳

نمبر ا محمد شریف پٹھان بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر ضلع فیض آباد

بحلف بیان کیا کہ میں سنت جماعت میں ہوں۔حشمت علی ہمارے یہاں آئے تھے۔۸ جون ۱۹۴۶ء کو انھوں نے رات کو تقریر کیا ۹ بجے سے لے کر ۱۲ بجے تک تقریر کیا اس میں حشمت علی نے کہا کہ مولانا اشرفعلی، مولانا خلیل احمد، عبد الشکور یہ سب کافر مرتد ہیں عبد الحمید خاں، محمد شریف خاں، سراج الحق، حکیم عارف حبیب ساکنان بھدرسہ یہ لوگ وہابی دیو کے بندے کافر مرتد ہیں۔ان لوگوں سے اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا مسجد میں ان کے آنا جانا اور ان سے دعا وسلام کرنا۔شادی بیاہ ان کے یہاں کرنا بالکل ناجائز ہے۔ہم ان لوگوں کو اچھا سمجھتے ہیں اور انھوں نے برا کہا اس سے رشتہ داریاں چھوٹتی ہیں اور اس میں نا اتفاقیاں پیدا ہوتی ہیں۔سراج الحق عبد الشکور عبد الحمید تھے سن کر تصدیق کیا۔محمد شریف خان بقلم خود۔

نمبر ۲۔بچو ولد حفیظ اللہ قوم جولاہا عمر ۲۵ سال ساکن بھدرسہ پورہ قلندر ضلع فیض آباد۔

بحلف بیان کیا کہ میں سنت جماعت ہوں حشمت علی آئے اور ۸ جون ۱۹۴۶ء کو رات کو مجن میاں کے دروازہ پر تقریر کیا مولانا اشرفعلی، مولانا قاسم، مولانا رشید احمد، مولانا خلیل احمد، مولانا عبد الشکور کو کافر مرتد بے دین کہا یہ لوگ

کافر ہیں مسلمان نہیں ہیں اور ہم لوگ ان کو بہت مانتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ عبد الحمید خاں، شریف خاں، مولوی سراج الحق، حکیم عارف یہ لوگ دیو کے بندے مرتد کافر ہیں اور وہابی ہیں۔ یہ لوگ وہابی نہیں ہیں بلکہ سنت جماعت ہیں۔ تفریقہ ڈال دیا۔ اور ہم لوگوں کو پانی بھرنے نہیں دیتے ہیں اور مسجد میں ملنے نہیں دیتے لڑکیاں اور بہو بیٹیوں کو بند کر دیا ہے جانے نہیں دیتے یہ سب کہنے کی وجہ سے ہم لوگوں کی توہین ہوئی سن کر تصدیق کیا۔ بچو

حضرت شیر بیشہ سنت دامت برکاتہم القدسیہ کا برسر اجلاس

سنیت افروز دیو بندیت سوز مبارک بیان

نقل بیان حشمت علی خاں ملزم بمقدمہ ۱/۱/۸۴ ۱۹۴۸ء جرم دفعہ ۱۵۳/۵۰۰/۲۹۸ تعزیرات ہند تھانہ پورہ قلندر

اجلاس بابو مہابیر پرشاد صاحب میجسٹریٹ

عبدالحمید خاں وغیرہ بنام حشمت علی

میرا نام حشمت علی خاں ہے۔ میرے باپ کا نام نواب علی خاں ہے۔ میری ذات پٹھان ہے، میرا ذریعہ معاش مذہبی تبلیغ ہے میری سکونت محلہ بھورے خاں پیلی بھیت تھانہ کوتوالی پیلی بھیت ہے۔

سوال:۔ کیا آپ نے بتاریخ ۸ جون ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے شام سے ۱۲ بجے رات تک موضع بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر میں مجمع عام میں تقریر کی جس میں آپ نے دیدہ دانستہ بدنیتی سے مستغیثان و مولوی اشرفعلی و مولوی محمد قاسم و مولوی خلیل احمد و مولوی عبدالشکور و مولوی عبدالرشید کافر مرتد و وہابی بے دین و دیو کے بندے کہا جو کہ خلاف قانون ہے اور جس میں جھگڑے فساد ہونے کا امکان تھا اور

اس سے مستغیثان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگی اور مستغیثان کی توہین کی۔

جواب:۔ ۸ جون ۱۹۴۶ء میں میری کوئی تقریر بھدرسہ میں نہیں ہوئی اور یہ الفاظ جیسے بتائے گئے ہیں میں نے کبھی اس طرح نہیں استعمال کیے۔ نہ کبھی ان الفاظ کو اس طرح استعمال کرتا ہوں۔

سوال:۔ یہ دعویٰ آپ کے خلاف کیوں ہوا۔

جواب:۔ چونکہ ۷ جون سے پیشتر بھدرسے اور اسکے قرب و جوار میں متعدد تقریریں ہوتی رہیں اور ان تقریروں میں اپنے مذہب اہلسنت کی تبلیغ کے لیے اور سنی مسلمانوں نیز دوسرے حاضرین کی نصیحت و ہدایت کے لیے کتاب حسام الحرمین اور کتاب الصوارم الہندیہ اور مبلغ وہابیہ کی زاری کے اقتباسات پڑھ کر سناتا رہا۔ حسام الحرمین میں مکہ شریف و مدینہ شریف کے علمائے کرام نے متفق علیہ فتوے دیے ہیں کہ مولوی اشرفعلی تھانوی و مولوی خلیل احمد انبہٹی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی عبارات مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ و براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ و تحذیر الناس صفحہ ۳، ۴/ ۲۸ میں خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہا ہے۔ پیغمبر اسلام کے علم غیب کو بچوں، جانوروں، پاگلوں، چارپایوں کے علم غیب کے مثل لکھا ہے۔ پیغمبر اسلام کے علم کو ملک الموت و شیطان کے علم سے کم بتایا ہے۔ پیغمبر اسلام کے سب سے پچھلے نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ لہذا یہ لوگ خدا اور اس کے رسول کی توہین ہونے کی وجہ سے بحکم شریعت مطہرہ کافر و مرتد بے دین وہابی ہیں اور کتاب الصوارم الہندیہ میں ہندوسندھ، پنجاب و بنگال، مدراس برما، دکن و کوکن، بلوچستان و سرحد، گجرات و کاٹھیاواڑ کے دو سو اڑسٹھ علمائے کرام نے اجماعی فتوے دیئے ہیں کہ یہ چاروں مولوی صاحبان اپنی انہیں عبارتوں کی بنا پر شریعت کے حکم سے کافر مرتد بے دین وہابی ہیں اور کتاب حسام الحرمین درست و

حق وصحیح ہے کتاب مبلغ وہابیہ کی زاری میں ہندوستان کے چورانوے علمائے کرام نے اجتماعی طور پر فتوے دیئے ہیں کہ مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی نے اپنی کتاب نصرت آسمانی کے صفحہ ۶۸ پر مولوی اشرفعلی تھانوی کی عبارت کی تائید کی ہے۔اور اسی نصرت آسمانی کے صفحہ ۷۴ پر براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی طرفداری کی ہے لہذا مولوی عبدالشکور صاحب بھی اپنی کتاب نصرت ایمانی کی ان دونوں عبارتوں کی بناء پر شریعت کے حکم سے کافر مرتد بے دین وہابی ہیں۔اگرچہ میرے اس کتاب کو پڑھ کر سنانے سے کسی کی دل آزاری منظور نہ تھی اور نہ ہوتی ہے بلکہ خالص نیک نیتی کے ساتھ اشاعت مذہب دھرم کا پرچار ہوتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ مستغیث حضرات جن کو میں اس استغاثے سے پہلے پہچانتا بھی نہ تھا نہ ان سے مجھے کبھی اپنی ملاقات یاد ہے۔یہ ان پانچوں مولوی صاحبان کے ہم عقیدہ اور ان کے ان عقیدوں کے ماننے والے ہوں۔

سوال: کیا آپ نے ۸ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ کو آپ نے پوسٹ کارڈ علی بہادر خان ساکن بھدرسہ کو لکھا؟

جواب: میں نے خط لکھا تھا علی بہادر خان کو تاریخ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: اور کچھ کہنا ہے؟

جواب: ۷ جون ۱۹۴۶ء کو بھدرسے میں پولیس کی طرف سے میر محمد اکبر مکھیا کے نام ایک نوٹس زیر دفعہ ۱۵۴ ضابطہ ہند ملا۔جس کی بناء پر ۸ جون ۱۹۴۶ء کو عبدالحمید خاں وحکیم محمد عارف ومولوی نذیر فریق اول۔اور محمد اختر انصاری وعبد الخالق وسمیع اللہ عرف چھتر فریق دوم کے درمیان ایک اقرار نامہ ہوا کہ دو ہفتے کے اندر دے بھدرسہ میں کوئی جلسہ بغرض مناظرہ بلاحصول اجازت ڈپٹی کمشنر فیض آباد نہیں کریں گے۔اور کوئی فریق اپنے اپنے جلسے میں کسی فریق کی دل آزادی

نہیں کرے گا۔۷ جون ۱۹۴۶ء سے پہلے بھدرسہ سے اور قرب وجوار میں جو میری تقریریں ہوئیں ان کے نوٹ کا ایک مجموعہ میرے پاس ہے جو میں پیش کرتا ہوں نیز آئندہ کتابیں حسام الحرمین وغیرہ پیش کروں گا جن کا حوالہ میں نے دیا ہے۔سن کر تصدیق کیا۔

دستخط ابوالفتح عبیدالرضا محمد حشمت علی خاں بقلم خود ۲۳ دسمبر ۱۹۴۷ء

نقل بیان تحریری مشمولہ مسل نمبری ۸۴/۴/۱ عبدالحمید وغیرہ بنام حشمت علی جرم دفعہ ۱۵۳/۵۰۰/۲۹۸ تعزیرات ہند۔

اجلاس جناب بابو مہابیر پرشاد اگروال اسپیشل مجسٹریٹ درجہ اول فیض آباد مفصلہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۸ء بعدالت جناب مسٹر مہابیر پرشاد اگروال صاحب بہادر مجسٹریٹ درجہ اول فیض آباد

عبدالحمید خاں وغیرہ بنام مولانا حشمت علی ملزم

حسب دفعہ ۵۰۰ ت

بیان تحریری منجاب ملزم

ارشادات حق آشنا

۱۳۶۷ھ

حضرت شیر بیشہ سنت کا کچہری میں برسر اجلاس تحریری بیان

بملاحظہ اسامیہ عالی جناب مہابیر پرشاد صاحب بہادر اسپیشل مجسٹریٹ درجہ اول فیض آباد

جناب عالی

فقیر کی کنیت ابو الفتح فقیر کا عرف عبید الرضا فقیر کا نام محمد حشمت علی خاں ہے والد کا نام نواب علی خاں مرحوم تقریباً سترہ اٹھارہ سال سے محلہ بھورے خاں شہر پیلی بھیت یو، پی میں رہتا ہوں۔ پیشہ تجارت کتب اور تبلیغ مذہب اہلسنت ہے عمر اسلامی سن سے تخمیناً ۴۸ سال ہے۔

۸ جون ۱۹۴۶ء کو ۹ بجے شام سے ۱۲ بجے رات تک موضع بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر میں مجن میاں کے دروازہ پر مجمع عام میں کوئی تقریر میں نے نہیں کی۔ بلکہ ۷ جون ۱۹۴۶ء کو اور ۸ جون ۱۹۴۶ء کو بھدرسے میں کسی مقام پر بھی کسی وقت بھی میری کوئی تقریر نہیں ہوئی۔ ۲۱ مئی ۱۹۴۶ء کو میں بھدرسے پہنچا۔ ۲۲ مئی ۱۹۴۶ء سے ۶ جون ۱۹۴۶ء تک بھدرسے اور اس کے قرب وجوار میں میری تقریریں پے در پے ہزار ہا مسلمانوں کے جلسوں میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ ہوتی رہیں۔ کسی تقریر میں بھی میں نے ہر سہ مستغیثان عبد الحمید خاں وسراج الحق وحبیب اللہ میں سے کبھی کسی کا نام ہرگز نہیں لیا میں تو ان تینوں میں سے کسی کو ہرگز جانتا پہچانتا بھی نہ تھا۔ استغاثہ دائر ہونے کے ایک مدت بعد مجھے تینوں مستغیثوں سے

تعارف حاصل ہوا۔ پھر تینوں مستغیثان نہ تو دین کے عالم ہیں نہ مذہب کے مبلغ ہیں نہ کسی فرقے کے مناظر ہیں نہ کسی کتاب کے مصنف ہیں نہ کوئی مذہبی پوزیشن رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مجھے تعارف ہونے کے بعد معلوم ہوا۔ پھر ایک دینی عالم مذہبی مبلغ ومناظر کو اپنی تقریر میں اس قسم کے لوگوں کا نام لینے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے میں نے اپنی کسی تقریر میں کبھی خلاف قانون الفاظ استعمال نہیں کیے نہ میری کسی تقریر میں جھگڑے فساد کا احتمال ہوا۔ نہ میں نے اپنی کسی تقریر میں مستغیثوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانے یا ان کی توہین کرنے کے لیے کوئی فقرہ یا کوئی لفظ استعمال کیا۔

میں نے اپنی کسی تقریر میں یہ جملہ بھی نہیں کہا کہ مستغیثان اور مولوی اشرفعلی تھانوی ومولوی خلیل احمد انبہٹی ومولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی محمد قاسم نانوتوی و مولوی عبد الشکور کاکوروی کافر مرتد بے دین وہابی اور دیو کے بندے ہیں۔ نہ کبھی یہ کلمات اس طرح استعمال کرتا ہوں۔

اصل واقعہ صرف اس قدر ہے کہ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان کے صفحہ ۸ پر حضور پیغمبر اسلام علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام کے لیے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو حضور کے لیے ثابت کیا اور اس کے ساتھ ہی لکھ دیا کہ ''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔'' شریعت اسلامیہ میں علم غیب ان باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں۔ جن کو بندے عادی طور پر اپنی عقل اور اپنے حواس سے معلوم نہ کرسکیں۔ زید عمرو فرضی نام ہیں جیسے ہندوستانی زبان میں کلو، بدھو، نتھو کہا کرتے ہیں۔ صبی کے معنی بچہ۔ مجنوں کے معنی پاگل۔ جمیع کے معنی سب۔ حیوان کے معنی جانور۔ حیوان کی جمع حیوانات۔ بہیمہ

کے معنی چار پایہ بہیمہ کی جمع بہائم۔ یہ فقرہ کہ کیا تخصیص ہے لفظ میں سوال ہے۔ لیکن انکار کے معنی میں ہے۔ یعنی کچھ خصوصیات نہیں۔ ایسے سوال کو استفہام انکاری کہتے ہیں۔ تو اس عبارت کا صاف وصریح واضح مطلب صرف یہی ہوا کہ بعض علم غیب جو حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو حاصل ہے اس میں حضور کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علم غیب تو کلو، بدھو، نتھو کو بھی بلکہ ہر ایک بچے ہر ایک پاگل ہر ایک جانور ہر ایک چار پائے کو بھی حاصل ہے۔ مولوی تھانوی صاحب نے اپنے ان کلمات میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاک مقدس علم غیب کو ہر خاص وعام شخص بلکہ ہر ایک بچے ہر ایک پاگل بلکہ ہر ایک جانور ہر ایک چار پایے کے علم غیب کے ساتھ تشبیہ دے کر سخت شدید توہین کی ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر لکھا ''شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''
اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے زیادہ ناپاک سب سے زیادہ بری ہستی کا نام شیطان ہے۔ ملک الموت کے معنی موت کا فرشتہ وسعت کے معنی وسیع اور زائد ہونا۔ وسعت علم کے معنی علم کا زیادہ ہونا۔ نص کے معنی قرآن عظیم کی آیت یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جس کے معنی واضح وروشن ہوں۔ اور وہ آیت یا حدیث اسی معنے کے لیے ارشاد فرمائی گئی ہو۔ قطعی کے معنی وہ قول جس کے معنی میں شک وشبہ نہ ہو فخر عالم کے معنی وہ ہستی جس کی وجہ سے سارے جہان کو فخر حاصل ہوا ہو۔ مسلمانوں میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا لقب فخر دو عالم بھی ہے۔ نص کی جمع نصوص۔ شرک کے معنی اللہ تعالیٰ کی ذات یا کسی صفت یا عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات یا کسی صفت میں

یا عبادت میں کسی اور کو شریک کرے وہ شریعت اسلامیہ میں مشرک ہے۔ اسلامی شریعت کے حکم سے مشرک بھی کافر ہے۔ یعنی مسلمان نہیں۔ کافر کے معنی غیر مسلم ہیں۔ تو اس عبارت کا صاف صریح واضح مطلب صرف یہی ہوا کہ شیطان کے لیے اور موت کے فرشتے کے لیے علم کا زیادہ ہونا قرآن وحدیث کے کھلے ہوئے ارشادوں سے ثابت ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا زیادہ نہ ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ موت کے فرشتے کے لیے اور شیطان کے لیے جو شخص وسیع اور زائد علم مانے وہ تو مومن مسلمان ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو وسیع وزائد ماننے والا مشرک بے ایمان ہے۔ مولوی انبیٹھی صاحب نے اپنے ان الفاظ میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاک مبارک علم کو موت کے فرشتے اور شیطان کے علم سے بھی کم بتا کر سخت شدید گستاخی کی ہے۔

مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔ ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا۔ اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔'' عوام کے معنی عام لوگ۔ اہل فہم کے معنی سمجھدار لوگ۔ جس وقت اہل فہم کے مقابلے میں عوام کا لفظ بولا جائے گا اس وقت عوام کے معنی ناسمجھ لوگ ہوں گے تقدم کے معنی پہلے اور آگے ہونا۔ تاخر کے معنی بعد کو اور پیچھے ہونا۔ زمانی کے معنی زمانے کے اعتبار سے۔ بالذات کے معنی اپنی ذات سے اور اپنی ذات کے اندر۔ فضیلت کے معنی خوبی اور بزرگی۔ مدح کے معنی تعریف۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ

نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین و کان اللہ بکل شئی علیما۔

یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں سے پچھلے نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اور ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ پیشتر سے اب تک کے تمام اگلے پچھلے اولیاء وعلماء وعوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں خاتم النبین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ اور جو شخص اس ضروری دینی معنی کے خلاف کوئی اور معنی اس لفظ کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں۔ بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے کافر مرتد بے دین ہے۔ لیکن مولوی نانوتوی صاحب کی اس عبارت کا صاف صریح واضح مطلب یہی ہوا کہ آیت کریمہ میں خاتم النبین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں یہ تو ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے سمجھدار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں۔ کیونکہ زمانے کے لحاظ سے سب سے پہلے یا سب سے پیچھے ہونا اپنی ذات کے اندر کوئی خوبی اور بزرگی نہیں بلکہ آیت کریمہ میں اگر وصف خاتم النبین کے معنی سب سے پچھلا نبی مراد ہوں تو چونکہ یہ آیت مبارکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی تعریف میں ہے لہذا اس تعریف کے مقام میں خاتم النبین فرمانا ہی سرے سے غلط ہو جائے گا۔

یہی مولوی نانوتوی صاحب اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳،۴ پر ایک مثال دیتے ہیں۔ کہ دیکھو زمین پہاڑ۔ درودیوار، چاند، آئینہ آفتاب سب میں نور

کی صفت موجود ہے۔ جب ہم تلاش کرتے ہیں کہ زمین کو پہاڑ کو دروازے کو دیوار کو نور کی صفت کہاں سے حاصل ہوئی تو پتہ چلتا ہے کہ ایک آئینہ ان چیزوں کے مقابل رکھا ہوا ہے۔ اسی آئینے کے واسطے سے ان چیزوں کو نور کی صفت حاصل ہوئی۔ پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ آئینے کو نور کی صفت کس چیز سے حاصل ہوئی تو معلوم ہوتا ہے کہ آئینے کے مقابلے میں چاند ہے۔ چاند کا نور آئینے کو بھی نور کی صفت دے رہا ہے۔ پھر ہم تجسس کرتے ہیں کہ چاند کو نور کی صفت کس سے ملی تو یہ ہیئت فلکی و نظام شمسی سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند کو بھی نور کی صفت خود اپنی ذات سے نہیں ملی بلکہ چاند کے مقابلے میں آفتاب ہے۔ آفتاب ہی کا نور چاند کو نور کی صفت سے موصوف کر رہا ہے۔ آفتاب تک پہنچ کر یہ تجسس وجستجو کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آفتاب صفت نور کے ساتھ بغیر کسی کے واسطے کے خود بخود اپنی ذات سے موصوف ہے۔ اور آفتاب کے سوا چاند آئینہ دیوار دروازہ پہاڑ زمین سب کے سب اپنی ذات سے نہیں بلکہ اسی آفتاب ہی کے واسطے سے صفت نور کے ساتھ موصوف ہیں۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔

''سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔''

وصف کے معنی صفت۔ نبوت کے معنی پیغمبری۔ خاتمیت کے معنی خاتم ہونا۔ موصوف بالذات وہ ہستی ہے۔ جس کو کوئی صفت خود اپنی ذات سے بغیر کسی کے واسطے کے حاصل ہوئی ہو۔ موصوف بالعرض وہ ہستی ہے جس کو خود اپنی ذات

سے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے واسطے سے کوئی صفت حاصل ہوئی ہو۔ مختتم کے معنی ختم ہو جانے والا تو مولوی نانوتوی صاحب کی اس عبارت کا صاف صریح واضح مطلب یہی ہوا۔ کہ آیت کریمہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس کے صرف یہ معنی تصور کرنا چاہیے کہ حضور کو بغیر کسی دوسرے کے واسطے کے خود بخود اپنی ذات سے نبوت حاصل ہے۔ لیکن حضور کے سوا اور ہر ایک نبی کو اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور ہی کے واسطے سے نبوت حاصل ہوئی ہے۔ یعنی نبیوں کو رسولوں سے نبوت حاصل ہوئی۔ رسولوں کو مرسلین اولوالعزم سے نبوت حاصل ہوئی۔ مرسلین اولوالعزم کو حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم سے نبوت حاصل ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم کو بغیر کسی اور کے واسطے کے خود اپنی ہی ذات سے نبوت حاصل ہے تو جیسے آفتاب پر تفحص وجستجو کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر تجسس وتلاش کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

مولوی نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے اس معنی کا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں جو تمام اگلے پچھلے مسلمانوں کے ضروریات ایمانیہ میں داخل ہے۔ ختم زمانی اور خاتمیت زمانی نام رکھا ہے۔ اور مولوی نانوتوی صاحب نے خود اپنی طبیعت سے خاتم النبیین کے جو معنی گڑھے کہ حضور بغیر کسی اور کے واسطے کے خود اپنی ذات سے نبی ہیں۔ کہ تفسیر وحدیث وکلام واصول وفقہ ولغت کی کسی کتاب سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں کہ خاتم کے معنی موصوف بالذات ہیں۔ مولوی نانوتوی صاحب نے اپنے اس تراشیدہ خراشیدہ معنی کا نام ختم ذاتی اور خاتمیت مرتبی رکھا ہے۔ اور اپنی اسی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں کہ ''شایان شان محمدی خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی۔'' اس عبارت کا صاف صریح واضح مطلب یہی ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شان

مبارک کے لائق خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں۔ کہ حضور بغیر کسی دوسرے کے واسطے کے خود اپنی ذات سے نبی ہیں۔ لیکن خاتم النبیین کے یہ معنی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ یہ معنی حضور کی شان کے لائق نہیں۔

مولوی نانوتوی صاحب اپنی اسی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ لکھتے ہیں۔

''اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔''

اس عبارت کا صاف صریح واضح مطلب یہی ہوا کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں تو یہ خرابی ہوگی کہ حضور اس صورت میں صرف انھیں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے خاتم ہوں گے جو حضور سے پہلے دنیا میں تشریف لا چکے لیکن اگر خاتم النبیین کے وہ معنی لیے جائیں جو میں نے بیان کیے کہ حضور بغیر کسی دوسرے کے واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں تو اس میں یہ خوبی ہے کہ اگر حضور کے زمانے میں بھی کبھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو پھر بھی حضور ویسے ہی خاتم النبیین رہیں گے۔ یعنی حضور کے زمانے میں جو اور نبی ہوں گے وہ سب اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور ہی کے واسطے سے نبی ہوں گے۔ لیکن حضور بغیر کسی اور نبی کے واسطے کے خود اپنی ہی ذات سے نبی رہیں گے۔

مولوی نانوتوی صاحب اپنی اسی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں۔

''اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا اس ہیچمداں نے عرض کیا ہے۔ تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق

میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

اتصاف ذاتی بوصف نبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا۔ مماثل نبوی کے معنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم کا مثل۔ افراد مقصودہ بالخلق کے معنے وہ لوگ جن کا پیدا فرمانا اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ انبیاء کے افراد خارجی سے مراد وہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جو دنیا میں تشریف لا چکے۔ انبیاء کے افراد مقدرہ سے مراد وہ نبی جو دنیا میں پیدا تو نہیں ہوئے لیکن فرض کر لیا جائے کہ وہ بھی پیدا ہو جائیں۔ اس عبارت کا صاف صریح واضح مطلب یہی ہوا کہ اگر خاتم النبین کے یہ معنے مراد ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں تو اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور کا صرف انہیں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے افضل ہونا اور حضور کا صرف انہیں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں بے مثل ہونا ثابت ہوگا جو دنیا میں پیدا ہو چکے۔ لیکن اگر خاتم النبین کے معنے مراد ہوں جو خود میں نے بیان کئے کہ حضور بغیر کسی دوسرے نبی کے واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں تو اس میں یہ خوبی ہے کہ جو نبی دنیا میں پیدا نہیں ہوئے ان سے بھی حضور کا افضل ہونا ثابت ہو جائے گا اور جو نبی دنیا میں پیدا ہو چکے اور جو نبی پیدا نہیں ہوئے ان سب میں سے کسی کا بھی حضور کے مثل نہ ہونا ثابت ہوگا۔ بلکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بعد بھی اور نبی پیدا ہو گئے تو بھی حضور کے خاتم الانبیاء ہونے میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ حضور کے زمانہ کے بعد جو نبی پیدا ہوں گے وہ سب کے سب اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور

ہی کے واسطے سے نبی ہوں گے۔ اور حضور اسی طرح بغیر کسی دوسرے نبی کے واسطے کے خود ہی اپنی ذات سے نبی رہیں گے۔

مولوی نانوتوی صاحب نے اپنی ان عبارتوں میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پچھلے نبی ہونے کی جو عقائد ضروریہ دینیہ میں ہے سخت شدید تکذیب کی اور خود اپنی جی سے ختم نبوت کے ایسے معنے گڑھے جن سے قیامت تک ہزاروں لاکھوں جدید نبیوں نئے پیغمبروں کے لیے نبوت کا دروازہ کھول دیا۔ مولوی نانوتوی صاحب سے سیکھ کر ہر شخص معاذ اللہ کہہ سکتا ہے کہ میں نبی و پیغمبر ہوں۔ لیکن میں خود اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور ہی کے واسطے سے نبی و پیغمبر بنا ہوں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے رسالے "ایک غلطی کا ازالہ" میں بالکل بعینہٖ اسی طرح اپنے نبی و رسول و پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کی اصل عبارت فقیر اپنی یادداشت میں عرض کر چکا ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی خاتم النبین کے یہی معنے لکھے ہیں کہ کسی شخص کے لیے مرتبہ نبوت حاصل کرنے تک پہنچنے کا بغیر حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے واسطے کے کوئی راستہ نہیں۔ ایک یہ بات بھی گزارش کرنی ضرور ہے کہ آیت مبارکہ میں خاتم النبین کے صرف یہی معنے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی پیشتر سے اب تک تمام خواص وعوام اہل اسلام مانتے چلے آئے ہیں۔ یہی معنے تمام علمائے کرام وصوفیائے عظام ومتکلمین فخام ومفسرین عالی مقام نے بتائے۔ یہی معنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تابعین کو تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے تبع تابعین کو تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد والوں کو سمجھائے بلکہ یہی معنی خود حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے سینکڑوں حدیثوں میں ارشاد فرمائے۔ بلکہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیسیوں آیات مبارکہ میں متعدد

طریقوں سے خاتم النبیین کے صرف یہی معنے سکھائے ہیں۔ اس امر کا اقرار قادیانی مرزائیوں کے مقابلہ میں خود دیوبندی مولویوں کو بھی بار بار کرنا ہی پڑا۔ چنانچہ مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبندی کی کتاب ختم النبوۃ فی القرآن و کتاب ختم النبوۃ فی الحدیث و ختم النبوۃ فی الآثار سے اسی مضمون کے متعدد حوالے مولوی ابوفا صاحب شاہجہانپوری سوالات جرح کے جوابات میں دے چکے ہیں۔

مولوی قاسم صاحب نانوتوی اپنی اسی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں ''

باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ ماننے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی۔ یہ انہیں لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے۔ المرء یقیس علی نفسہ اپنا یہ وتیرہ نہیں۔ نقصان شان اور چیز ہے اور خطاب و نسیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا۔ اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

اس عبارت کا صاف واضح صریح مطلب یہی ہوا کہ ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی پیشتر سے آج تک کسی مولوی کسی عالم کسی امام کسی متکلم کسی مفسر کسی صوفی کسی ولی کسی تابع تابعین کسی تابعی کسی صحابی نے حتی کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیت کریمہ میں خاتم النبیین کے وہ معنے ہرگز ہرگز نہیں بتائے جو مولوی نانوتوی صاحب نے تصنیف کئے ہیں کہ حضور بغیر کسی اور کے واسطے کے خود

اپنی ذات سے نبی ہیں۔ خاتم النبیین کے یہ معنے گڑھنے کی مشقتیں تو صرف مولوی نانوتوی صاحب نے فرمائیں۔ اور نانوتوی صاحب ہی نے ان سب حضرات کے بتائے ہوئے سکھائے ہوئے سمجھائے ہوئے ارشاد فرمائے ہوئے معنے میں خرابیاں، خامیاں، غلطیاں بتائیں تو مولوی نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی پیشتر سے اب تک کے تمام اکابر پیشوایان اسلام کے بتائے ہوئے معنے کو غلط جاننے اور ان کے مقابلہ میں میرے تصنیف کئے ہوئے معنے کو صحیح ماننے سے ان اکابر اسلام کی کوئی توہین نہیں ہوتی۔ خاتم النبیین کے معنے سمجھنے میں ان سب حضرات اکابر اسلام سے بھول چوک تو ضرور ہو گئی۔ لیکن اس بھول چوک سے ان کی شان میں کچھ کمی نہیں آ گئی۔ ان تمام حضرات اکابر اسلام اولین و آخرین مین کسی نے اس مسئلہ ضروریہ دینیہ کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی اس لیے ان میں سے کوئی بھی خاتم النبیین کے صحیح معنے نہیں سمجھ سکا۔ اس سے ان کا مرتبہ کچھ گھٹ نہیں گیا اور میں نے باوجود ایک نادان بچہ ہونے کے ٹھکانے کی بات کہہ دی۔ خاتم النبیین کے صحیح معنے بتا دیئے۔ اس سے میرا مرتبہ کچھ بڑھ نہیں گیا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ناسمجھ لڑکا غلطی سے صحیح نشانے پر تیر مار لیتا ہے۔ مولوی نانوتوی صاحب نے ان عبارتوں میں تمام اکابر اسلام اولین و آخرین کو بلکہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عوام یعنی ناسمجھ لوگوں میں شامل کر کے سخت شدید اہانت کی ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا ایک مہری دستخطی فتویٰ ہے جس کے فوٹو اکثر حضرات مناظرین اہلسنت کے پاس ہیں اور اس کا ایک فوٹو اجلاس میں بھی پیش کر چکا ہوں۔ اس کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ''دو شخص کذب باری میں گفتگو کر رہے تھے ایک کی طرفداری کے واسطے تیسرے شخص نے کہا میں نے کب کہا

ہے کہ میں وقوع کذب کا قائل نہیں ہوں۔ یہ قائل مسلمان ہے یا کافر؟ اور مسلمان ہے تو بدعتی ضال یا اہل سنت و جماعت باوجود قبول کرنے کے وقوع کذب باری تعالیٰ کے''

مولوی گنگوہی صاحب نے جو اس سوال کا جواب دیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیے کیونکہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے۔ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے۔ کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے۔ انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہوگا۔ لہذا وقوع کذب کے معنے درست ہو گئے۔ اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو پس بناءً علیہ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے۔ ہر چند یہ قول ضعیف ہی ہے مگر تاہم صاحب دلیل قوی کو تضلیل صاحب دلیل ضعیف کی درست نہیں حنفی شافعی پر اور بعکس بوجہ قوت دلیل اپنی کے طعن و تضلیل نہیں کر سکتا۔ اس ثالث کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔ البتہ بنرمی اگر فہمائش ہو بہتر ہے۔''

اس عبارت کا صاف صریح واضح مطلب یہی ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کذب باری کا قائل نہیں ہوں۔ یعنی وہ اس بات کا قائل ہے کہ معاذ اللہ خدا جھوٹ بول چکا خدا جھوٹا ہے۔ ایسا کہنے والا بھی نہ کافر ہے نہ گمراہ نہ گنہگار بلکہ مسلمان سنی صالح ہے اس کو کوئی سخت کلمہ بھی کہنا نہیں چاہیے۔ خدا کے سچے جھوٹے ہونے کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہلکے درجہ کا اختلافی ہے جیسے حنفی شافعی کے اختلافی مسائل۔ حنفی نے کہا نماز میں ہاتھ ناف سے نیچے باندھو

شافعی نے کہا ناف سے اوپر ہاتھ باندھو۔ اسی طرح کسی امام نے کہا خدا سچا ہے کسی امام نے کہا خدا جھوٹا ہے۔ خدا کو جھوٹا کہنے والے کے کافر کہنے سے اگلے زمانہ کے علمائے اسلام کو بھی کافر کہنا لازم آجاتا ہے۔ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ خدا جھوٹا ہے۔ پھر مولوی گنگوہی صاحب نے اپنے نزدیک ایک دلیل سے ثابت بھی کر دیا کہ وقوع کذب باری تعالیٰ کے معنے درست ہو گئے۔ یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ خدا جھوٹا ہے۔

یہاں پر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی گنگوہی صاحب نے جس دلیل سے معاذ اللہ خدا کو جھوٹا ثابت کیا ہے اس دلیل کی حقیقت بھی مختصر الفاظ میں واضح کر دی جائے جس کلام کے کہنے والے کو سچا اور جھوٹا کہا جا سکے اس کو خبر کہتے ہیں۔ جس کلام کے کہنے والے کو سچا جھوٹا نہیں کہا جا سکے اس کو انشا کہتے ہیں۔ خبر کا واقع کے مطابق ہونا صدق اور سچائی ہے۔ جو خبر واقع کے مطابق ہو وہ سچی خبر اور خبر صادق ہے خبر کا واقع کے مطابق نہ ہونا کذب اور جھوٹ ہے۔ جو خبر واقع کے مطابق نہ ہو وہ جھوٹی خبر اور خبر کاذب ہے۔ کلام انشا نہ سچا ہو سکتا ہے۔ نہ جھوٹا ہو سکتا ہے سچا یا جھوٹا ہونا صرف خبر ہی کے ساتھ خاص ہے۔ کسی جرم پر کسی سزا کا مقرر کرنا وعید ہے۔ کسی اطاعت گزاری و فرماں برداری و وفا شعاری پر کسی انعام کا اعلام کرنا وعدہ ہے وعدے اور وعید سے کبھی کسی واقعے کی خبر دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ وعید کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ جرم کرنا چاہتے ہیں ان کو ڈرایا جائے دھمکایا جائے جرم کرنے سے باز رکھا جائے۔ وعدے کا مقصد بھی صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری کا لوگوں کو شوق دلایا جائے۔ ان کو خدمت گزاری و اطاعت شعاری کی طرف متوجہ کیا جائے۔ ان کے دلوں میں خدمت و اطاعت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ جس کار خدمت پر کوئی انعام مقرر کیا جائے اس

کے بجالانے والے کو وہ انعام نہ دینا عیب ہے۔ دناءت وکمینگی ورذالت ہے۔ لہذا خلف وعدہ یا وعدہ خلافی عیب ونقصان ہے اور اللہ تبارک وتعالی اس عیب و نقصان سے بھی وجوبا پاک منزہ ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ضروریہ دینیہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہر عیب ونقصان سے وجوبا پاک ومنزہ ہے۔ لیکن کسی جرم کرنے والے کو کسی وجہ سے اس جرم پر مقرر کردہ سزا نہ دینا معاف کردینا۔ چھوڑ دینا ہرگز عیب نہیں۔ بلکہ اس کو جود وکرم بخشش ورحم کہتے ہیں۔ ایک بادشاہ اگر میدان جنگ کی کسی خاص جاں بازی پر کوئی انعام مقرر کردے اور ایک سپاہی اس جاں بازی کو پورے طور پر ادا کردے پھر بھی وہ بادشاہ اس کو انعام نہ دے تو اس کو وعدہ خلاف کہا جائے گا اس کو بدنام کیا جائے گا۔ اگر کچھ لوگ زبان سے ڈر کے مارے نہیں کہیں گے تو کم از کم دلوں میں تو ضرور ہی سمجھیں گے کہ بادشاہ نے بہت برا کیا وعدہ خلافی کر کے دغابازی اور فریب کاری سے کام لیا۔ لیکن وہی بادشاہ اگر اعلان کردے کہ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ سے جان بچا کر بھاگ آنے والے کی سزا یہ ہے کہ اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ پھر اسی کی رعایا میں سے کچھ ایسے سپاہی اس کے سامنے پیش ہوں جو دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے ہوں۔ اور وہ بادشاہ ان کو چھوڑ دے۔ معاف کردے تو کوئی عقلمند ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ بادشاہ نے اپنے قانون کو اپنے اعلان کو جھوٹا کردیا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ بادشاہ نے ان بیچارے سپاہیوں پر ان کے بال بچوں پر رحم فرما کر ترس کھا کر معاف فرما دیا بخش دیا۔ لہذا خلف وعید یعنی مجرم کو بخش دینا معاف کردینا ہرگز عیب نہیں نقصان نہیں بلکہ خوبی وکمال ہے۔ اس کو رحم وکرم کہتے ہیں اس کو ہرگز جھوٹ اور کذب نہیں کہہ سکتے۔ اسی مضمون کو علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنی کتاب ردالمحتار کی اس عبارت میں جس کو

مولوی خلیل احمد صاحب انبہٹی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۲ پر نقل کیا ہے یوں لکھتے ہیں۔

هل يجوز الخلف في الوعيد فظاهر ما في المواقف والمقاصد ان الاشاعرة قائلون بجوازه لانه لا يعد نقصاً بل جوداً و كرماً

یعنی اللہ تبارک وتعالی نے گنہگار بندوں کے لیے جن سزاؤں کا اعلان فرمایا ہے ان کے خلاف ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ان گنہگاروں کو بخشا جاسکتا ہے یا نہیں۔ تو کتاب مواقف وکتاب مقاصد کی عبارتوں سے ظاہر ہے کہ اشاعرہ اس بات کے قائل ہیں کہ وعید کے خلاف ہوسکتا ہے۔ گنہگاروں کے لیے جو وعیدیں فرمائی گئی ہیں ان کو ان سے معافی دی جاسکتی ہے کیونکہ ایسا کرنا عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کو بخشش ومہربانی کہا جاتا ہے۔

میری اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ خلف وعید ہرگز کذب نہیں عیب نہیں نقصان نہیں۔ خلف وعید کو کذب یعنی جھوٹ سے قطعاً کچھ علاقہ ہی نہیں۔ لیکن مولوی انبہٹی صاحب نے براہین قاطعہ کے صفحہ ۲، صفحہ ۳ پر کذب کو اصل اور خلف وعید کو اس کی فرع بتا کر یہ لکھ دیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور مولوی گنگوہی صاحب نے اپنے مہری دستخطی فتوے میں کذب کو جنس اور عام اور خلف وعید کو اس کی نوع اور خاص بتا کر لکھ دیا کہ ''وقوع کذب کے معنے درست ہوگئے۔'' یعنی یہ بات ٹھیک ہوگئی کہ خدا جھوٹ بول چکا خدا جھوٹ بولتا ہے خدا جھوٹ بولے گا۔ خدا جھوٹا ہے کیونکہ وقوع تینوں زمانوں کو شامل ہے کسی چیز کا زمانہ گذشتہ میں یا زمانہ موجودہ میں یا زمانہ آئندہ میں واقع ہونا سب وقوع میں داخل ہے۔ مولوی گنگوہی صاحب نے اپنے اس مہری دستخطی فتوے میں اللہ عزوجل کی سخت شدید تکذیب کی اور منہ بھر کر اللہ تبارک تعالی کو جھٹلایا۔

ہم مسلمانان اہلسنت کے مقتدا و پیشوا امام اہلسنت مجدد اعظم دین وملت مولانا شاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خان صاحب قبلہ فاضل بریلوی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آج سے سنتالیس سال پیشتر ۱۳۲۰ھ میں فتوائے شرعیہ صادر فرمایا کہ چاروں اشخاص مذکورین بالا اپنی ان عبارتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تکذیب حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی توہین حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اہانت اور عقیدہ ضروریہ دینیہ ختم نبوت کا انکار کرنے کے سبب شریعت مطہرہ کے حکم سے قطعاً یقیناً کافر ومرتد ہیں اور اسی وقت آج سے سنتالیس برس پہلے مطبع اہلسنت وجماعت پٹنہ میں کتاب المعتمد المستند میں یہ فتوے چھپوا کر ملک بھر میں شائع کر دیا گیا۔

پھر آج سے چوالیس سال پیشتر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ مولانا احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ مبارکہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ طیبہ جہاں سے ہمارا پیارا دین اسلام ساری دنیا میں پھیلا وہاں کے علمائے کرام ومفتیان عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے پیش کر کے سوال کیا گیا کہ یہ فتویٰ حق وصحیح ہے یا نہیں اور اس کے مطابق یہ چاروں اشخاص کافر مرتد ہیں یا نہیں؟ ان سب حضرات نے متفق علیہ اجماعی فتوے صادر فرمائے کہ ایسی گندی کفری عبارتیں لکھنے کے سبب مولوی تھانوی ومولوی انبیٹھی ومولوی گنگوہی ومولوی نانوتوی صاحبان بحکم شریعت مطہرہ اسلامیہ بے شک وبلاشبہ کافر ہیں مرتد ہیں بے دین ہیں وہابی ہیں شیطان کے چیلے یعنی دیو کے بندے ہیں۔ اور آج سے تینتالیس برس قبل مطبع اہلسنت و جماعت بریلی میں کتاب حسام الحرمین میں مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کے یہ اجماعی اتفاقی اطباقی فتوے ۱۳۲۴ھ میں چھپوا کر ہندوستان بھر میں شائع کر دیئے گئے۔

پھر ہندوستان بھر کے مشہور ومعروف حضرات علمائے اسلام کے سامنے مکہ معظمہ و

مدینہ طیبہ کے ان فتاویٰ مبارکہ کا خلاصہ پیش کر کے سوال کیا گیا کہ علمائے کرام مکہ مکرمہ ومفتیان عظام مدینہ منورہ کے یہ فتاوی حق وصحیح ہیں یا نہیں اور ان فتووں کے مطابق تھانوی انبیٹھی نانوتوی گنگوہی صاحبان کافر مرتد بے دین وہابی شیطان کے چیلے ہیں یا نہیں اور ہندوسندھ پنجاب وبنگال مدراس وبرما دکن وکوکن بلوچستان و سرحد گجرات وکاٹھیاواڑ کے ۲۶۸ علمائے اہل سنت ومفتیان دین وملت ومشائخ طریقت نے بالاجماع وبالاتفاق فتوے صادر فرمائے کہ بے شک مکہ مبارکہ و مدینہ مطہرہ کے حضرات علمائے کرام کے یہ سب فتوے بالکل حق ودرست وصحیح ہیں اور بے شک ان فتووں کے مطابق عبارت حفظ الایمان صفحہ ۸ وعبارت براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ وعبارات تحذیر الناس صفحہ ۳ وصفحہ ۱۴ وصفحہ ۲۸ وعبارت فتویٰ مہری دستخطی کے سبب ان کے لکھنے والے مولوی اشرف علی ومولوی خلیل احمد ومولوی قاسم ومولوی رشید احمد صاحبان شریعت اسلامیہ کے احکام کی بنا پر کافر مرتد بے دین وہابی شیطان کے چیلے ہیں اور آج سے بائیس برس پہلے ۱۳۴۵ھ میں مطبع حسنی بریلی میں کتاب الصوارم الھندیہ میں یہ سب فتوے چھاپ کر ہندوستان بھر میں شائع کر دیئے گئے۔

مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت حفظ الایمان صفحہ ۸ کی تائید وحمایت کرتے ہوئے مولوی عبد الشکور صاحب کاکوروی اپنی کتاب ''نصرت آسمانی'' کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مولانا اشرف علی صاحب بلکہ اہل سنت وجماعت میں سے کوئی شخص بھی عالم الغیب نہیں مانتا۔ لہذا عالم الغیب ہونے کی کسی شق کو اگر رذائل سے تشبیہ ہو تو کوئی توہین نہیں اگر حضور کو عالم الغیب جانتے اور پھر علم غیب کی کسی صورت کو رذیل اشیاء کے ساتھ تشبیہ دیتے تو بے شک توہین ہوتی''۔

اور یہی مولوی عبد الشکور صاحب کاکوروی اپنی اسی کتاب ''نصرت آسمانی'' کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں۔

''جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں لہذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہوسکتی۔ یہ بات میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ علم غیب شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں ان چیزوں کے علم کو کہتے ہیں جن کو بندے اپنی عقل سے سوچ کر اپنی زبان سے چکھ کر اپنی آنکھ سے دیکھ کر اپنے کانوں سے سن کر اپنی ناک سے سونگھ کر اپنے جسم سے چھو کر عادی طور پر معلوم نہ کرسکیں اور میں اپنی یادداشت میں جس کو میں اجلاس میں پیش کرچکا ہوں قرآن پاک کی وہ آیتیں لکھ چکا ہوں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اور اصالۃً صرف اپنے نبیوں اور رسولوں ہی کو عطا فرماتا ہے جس کسی ولی کامل یا مومن صالح یا مسلم متقی کو بارگاہ الٰہی سے اس علم غیب کا جو کچھ بھی حصہ عطا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ورسول کے واسطے ہی سے عطا ہوگا۔ لیکن مولوی عبد الشکور صاحب کاکوروی ایڈیٹر النجم نے اپنی ان دونوں عبارتوں میں صاف صاف صریح وواضح طور پر کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو نہ تو کل غیبوں کا علم ہے نہ بعض غیبوں کا علم ہے البتہ بچوں پاگلوں جانوروں۔ چارپاؤں کو ضرور بعض غیبوں کا علم حاصل ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لیے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بعض علم غیب کی صفت مانتے اور پھر حضور کی اسی بعض علم غیب کی صفت کو بچوں پاگلوں جانوروں چوپاؤں کے علم غیب کے ساتھ تشبیہ دیتے تو بے شک توہین ہوتی لیکن چونکہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لیے وہ خود اور مولوی تھانوی

صاحب نہ تو کل غیب کا علم مانتے ہیں نہ بعض غیب کا علم مانتے ہیں۔ اس لیے بچوں پاگلوں جانوروں چارپاؤں کے لیے بعض غیب کا علم ثابت کرنا کوئی توہین نہیں۔

مولوی کاکوروی صاحب ایڈیٹر النجم کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لیے کل علم غیب کا بھی اور بعض علم غیب کا بھی مطلقاً انکار کردینا اور بچوں پاگلوں جانوروں چارپاؤں کے لیے بعض علم غیب ثابت کرنا قرآن پاک کی آیتوں کی تکذیب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اللہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی اور کو مسلط نہیں فرماتا۔ اور مولوی کاکوروی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نبیوں کو نہ تو کل غیب کا علم ہوتا ہے نہ ان کو بعض غیب کا علم ہوتا ہے۔ لیکن بچوں پاگلوں جانوروں چارپاؤں کو بعض غیبوں کا علم ضرور حاصل ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سخت شدید توہین بھی ہے کہ اعلیٰ درجے کے ایک وصف کمال کا جو خاصہ نبوت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لیے تو انکار کیا لیکن اسی صفت کمال کو جو نبیوں رسولوں کے ساتھ مخصوص تھی۔ بچوں پاگلوں جانوروں چارپاؤں کے لیے ثابت کیا۔

یہی مولوی عبد الشکور صاحب کاکوروی ایڈیٹر النجم اپنی اسی کتاب ''نصرت آسمانی'' کے صفحہ ۴۷، ۴۸ پر مولوی انبہٹی صاحب کی عبارت براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی طرفداری وحمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''براہین قاطعہ کی عبارت جو آپ نے سنائی اور لکھ کر دی اس میں علوم نبویہ کی لفظ نہیں ہے بلکہ مطلق علم ہے اور یہ کل ہی عرض کرچکا ہوں کہ اضلال وتلبیس اور اس قسم کی خرافات میں شیطان کا علم یقیناً وسیع ہے۔ مگر ان چیزوں کا علم کوئی کمال نہیں، بلکہ شان نبوت کے خلاف ہے شیطان کا علم خرافات کے جاننے میں یقیناً وسیع ہے۔ مگر ان خرافات کا علم باعث

کمال نہیں۔''

ہر عقل والا بنظر انصاف دیکھے گا تو فوراً کہہ دے گا کہ مولوی کا کوردی صاحب ایڈیٹر انجم کی اس یاوہ گوئی سے عبارت براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کے کفری معنے پر ہرگز کوئی پردہ نہیں پڑ سکا بلکہ اور زائد اسی کی تائید ہوگئی۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اس عبارت میں علوم اضلال وتلبیس وخرافات کے الفاظ ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ مطلق علم کا لفظ ہے تو ثابت ہوگیا کہ مولوی انبہٹی صاحب نے ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیطان کے لیے مطلق علم ہی کی وسعت اور زیادتی ثابت کی ہے اور اسی مطلق علم ہی کی وسعت اور زیادتی کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لیے انکار کیا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ نہ جاننا کسی چیز کا بھی ہرگز کوئی کمال نہیں۔ اور جاننا کسی چیز کا بھی ہو یقیناً کمال ہے۔ سود کھانا جوا کھیلنا شراب پینا زنا کرنا یقیناً عیب ہے گناہ ہے۔ حرام ہے۔ ناجائز ہے۔ لیکن سود کی حقیقت جاننا کہ اس طرح سود ہو جاتا ہے اور اس طرح سود نہیں ہوتا۔ جوئے کی ماہیت کا علم رکھنا کہ اس طرح جو معاملہ کیا جائے گا تو جوا ہو جائے گا اور اس طور پر جو معاملہ ہوگا وہ جوا نہ ہوگا۔ شراب کی کیفیت سے واقف ہونا کہ پینے کی چیز میں جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی تو وہ شراب ہو جائے گی۔ اور جب تک اس میں سکر یعنی نشہ پیدا نہ ہوگا وہ شراب نہ بنے گی۔ زنا کے طریقوں سے آگاہ ہونا کہ عورت سے بغیر نکاح وملک یمین کے جو مباشرت کی جائے وہ زنا ہوگی اور جو مباشرت نکاح یا ملک یمین سے ہوگی وہ زنا نہ ہوگی۔ اور یہ علم رکھنا کہ اپنی جائز بیوی کے سوا کسی اور عورت کو بنظر شہوت دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔ شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو ہاتھ لگانا ہاتھ کا زنا

ہے شہوت کے ساتھ اس کے کپڑوں یا جسم کی خوشبو سونگھنا ناک کا زنا ہے۔ شہوت کے ساتھ اس سے باتیں کرنا زبان کا زنا ہے۔ شہوت کے ساتھ اس کی باتیں سننا کان کا زنا ہے۔ زنا کے ارادے سے چلنا پاؤں کا زنا ہے۔ لیکن یہی افعال اپنی جائز وحلال بیوی کے ساتھ کرنا ہرگز زنا نہیں بلکہ جائز ہے حلال ہے ثواب ہے۔ ان باتوں کا علم ہرگز خرافات نہیں بلکہ یقیناً کمال ہے۔ جو شخص ان باتوں کے علم سے قطعاً خالی ہوگا وہ جائز وناجائز کے درمیان حلال وحرام کے درمیان امتیاز کیونکر کرے گا پھر وہ حرام وناجائز کاموں سے کیونکر بچے گا تو شیطان کے لیے اضلال وتلبیس وخرافات کا علم وسیع ماننا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اضلال وتلبیس وخرافات کے علم سے قطعاً اور مطلقاً بے خبر بتانا یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سخت شدید توہین ہے۔

پھر تیسری بات یہ ہے کہ اضلال کے معنے گمراہ کرنا بہکانا۔ تلبیس کے معنے فریب کرنا۔ دھوکا دینا خرافات کے معنے لغو مہمل فضول بے ہودہ باتیں۔ شیطان تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرتا بہکاتا فریب دیتا اور نیک کاموں سے چھڑا کر بے ہودہ۔ لغو باتوں میں پھنساتا ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں پیغمبروں علیہم الصلاۃ والسلام کو اسی لیے بھیجا ہے کہ وہ دنیا میں تشریف لا کر بحکم الٰہی اس کے بندوں کو شیطان کی گمراہیوں اس کے فریبوں اس کے دھوکوں اس کی بے ہودہ باتوں سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت وتبلیغ فرمائیں۔ پھر جو شخص شیطان کے فریبوں ہتھکنڈوں سے خود ہی قطعاً بے خبر ہوگا وہ کسی دوسرے کو شیطان کے مکر وفریب واضلال سے اور اس کی تلبیس کے مہاجال سے کیونکر بچا سکے گا تو شیطان کے اضلال وتلبیس وخرافات کے علوم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قطعاً ومطلقاً ناواقف بتانا معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ

وسلم کو فرائض تبلیغ ہدایت کی بجا آوری سے عاجز و قاصر ٹھہرانا ہے۔ اور یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سخت شدید زبردست اہانت ہے۔

پھر چوتھی بات یہ ہے کہ عبارت براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ میں مولوی انبھٹی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے زیادہ وسیع علم صرف شیطان ہی کے نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ ملک الموت کے لیے بھی ثابت کیا ہے اور ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ ملک الموت یعنی فرشتہ موت علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے اور اس کے رسول ہیں ان کے علم مبارک کو شیطانی علم بتانا بھی اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتے اور ایک رسول کی جناب میں سخت شدید گستاخی ہے۔ اور یہ بھی ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی رسول کسی نبی کسی فرشتے کی توہین کرنے والا بھی یقیناً کافر مرتد بے دین ہے۔ بہر حال مولوی کاکوروی صاحب ایڈیٹر النجم نے اپنی ان تینوں عبارتوں میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی عبارت کفریہ حفظ الایمان صفحہ ۸ کی اور مولوی خلیل احمد انبھٹی صاحب کی عبارت کفریہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی کھلی ہوئی زبردست حمایت وطرفداری کی ہے۔ اور کتاب المعتمد المستند و کتاب حسام الحرمین و کتاب الصوارم الہندیہ تینوں کتابوں میں تھانوی وانبھٹی و نانوتوی وگنگوہی صاحبان پر جو احکام شرعیہ صادر فرمائے گئے ہیں ان میں ایک حکم شرعی یہ بھی ہے کہ

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر

یعنی جو شخص ان چاروں میں سے کسی کے کفری عقیدے پر یقینی اطلاع پانے پر بھی اس کے کافر مرتد بے دین ہونے میں شک رکھے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ کافر مرتد بے دین ہے

اسی بنا پر ۱۳۴۹ھ میں آج سے اٹھارہ سال پیشتر حسنی پریس بریلی میں ایک

کتاب چھپوا کر ہندوستان بھر میں شائع کردی گئی۔ اس کتاب کا نام ''مبلغ وہابیہ کی زاری'' ہے۔ اس کتاب میں ہندوستان کے چورانوے مشہور و معروف علمائے اہل سنت نے شرعی فتوے صادر فرمائے ہیں کہ مولوی کاکوروی صاحب نے اپنی کتاب ''نصرت آسمانی'' کی عبارت صفحہ ۱۵ و عبارت صفحہ ۲۷ و عبارت صفحہ ۴۷، ۴۸ میں حفظ الایمان تھانوی کی کفری عبارت صفحہ ۸ کی اور براہین قاطعہ انبھٹی کی کفری عبارت صفحہ ۵۱ کی تائید وطرفداری کی ہے لہذا مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی ایڈیٹر النجم بھی اپنی ان عبارتوں کی بنا پر شریعت اسلامیہ کے حکم سے کافر مرتد بے دین وہابی شیطان کے چیلے ہیں۔

بھدرسے اور اس کے قریب وجوار میں ۲۱ مئی ۱۹۴۲ء سے ۶ جون ۱۹۴۲ء تک پے در پے روزانہ ہزارہا مسلمانوں کے جلسے میں تین تین گھنٹے چار چار گھنٹے تک میری تقریریں ہوتی رہیں۔ اس اثناء میں شاید ایک یا دو دن محض ستانے اور آرام کے لیے ناغہ کیا گیا۔ ان تقریروں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی محبت و تعظیم کے بیانات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجات و مراتب و حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی امت کے اولیائے عالی مقام و علمائے واجب الاحترام کے فضائل و کرامات خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات و کمالات اور خدا تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کے احکام و مسائل پر قرآن وحدیث کے ارشادات لوگوں کو سناتا رہا۔ اور ضمن بیان میں اپنے سنی مسلمان بھائیوں کی ہدایت و نصیحت کے لیے اور اپنے مذہب اہل سنت کی تبلیغ واشاعت کے لیے وہابیہ دیوبندیہ کے ان پانچوں مولوی صاحبان کی کتب مذکورۂ بالا کھول کھول کر ان کی یہ

کفری عبارتیں سنا دیا کرتا تھا۔ اور پھر ساتھ ہی کتاب حسام الحرمین و کتاب الصوارم الہندیہ و کتاب مبلغ وہابیہ کی زاری کے صفحات کھول کھول کر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ اور ہندو سندھ اور بنگال و پنجاب اور برما و مدراس اور گجرات و کاٹھیاواڑ اور بلوچستان و سرحد اور کوکن و دکن کے حضرات علمائے کرام و مفتیان عظام و مشائخ اعلام کے یہ مبارک فتاوی پڑھ پڑھ کر سمجھا دیا کرتا تھا کہ اے سنی مسلمانو تم ایسے عقیدوں سے بچو پرہیز کرو یہ عقیدے انسان کو بے دین و بے ایمان بنا دینے والے ہیں تم ایسے عقیدے اختیار کر کے ایسے کلمات بول کر اللہ تعالیٰ کی تکذیب اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اس کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت کسی عقیدہ ضروریہ دینیہ کا انکار کرنے والے نہ بنو ورنہ یاد رکھو کہ تم بھی ہرگز سنی مسلمان نہ رہو گے۔ بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے تم بھی کافر مرتد بے دین وہابی شیطان کے چیلے ہو جاؤ گے۔ ایسا بیان کرنے سے مجھے ہرگز نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہوتی ہے۔ نہ کسی کی توہین منظور ہوتی ہے۔ بلکہ خالص نیک نیتی کے ساتھ اپنے مذہب اہلسنت کی اشاعت و تبلیغ اور تمام حاضرین جلسہ کی خیر خواہی مدنظر ہوتی ہے۔ ایسا بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جو سنی مسلمان ہیں وہ کسی ایسے عقیدے والے مولوی کی تقریر سن کر یا اس کی تحریر دیکھ کر یا کسی ایسے عقیدے والے کی صحبت میں بیٹھ کر خود بھی کہیں ایسے گندے کفری عقیدے اختیار نہ کر لیں۔ اور اس قسم کے ناپاک عقیدوں سے ہمیشہ کے لیے دور رہ کر جہنم کی ہمیشہ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے ہمیشہ کے لیے بچیں اور حکم خداوندی سے مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ چین کریں۔ اور جو وہابی دیوبندی صاحبان بیان سن رہے ہیں۔ وہ بھی انصاف سے کام لے کر سوچیں سمجھیں غور کریں اگر ان کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تکذیب اس کے

پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی توہین مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اہانت عقیدہ ضروریہ دینیہ ختم نبوت کا انکار یہ باتیں ان عبارتوں میں محسوس ہوتی ہوں تو وہ بھی اللہ سے ڈریں اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے شرم کریں۔ ان پانچوں مولوی صاحبان کے پوزیشن کا نہیں بلکہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی عزت و عظمت و محبوبیت کا لحاظ کرتے ہوئے ایسے عقیدوں سے توبہ فرمائیں۔ ہمارے سنی مسلمان بھائی بن جائیں۔ جہنم کے بھڑکتے ہوئے انگاروں سے ہمیشہ کے لیے اپنے اپنے جسم کو بچائیں۔ مصطفیٰ پیارے مالک جنت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی فردوس میں ان کے خالق و مالک جل جلالہ کے حکم سے ہمیشہ کی راحت ہمیشہ کا عیش پائیں۔ آمین

ایسا بیان کرنے سے میری نیت ہرگز یہ نہیں تھی اور نہ کبھی ہوتی ہے کہ کسی شخص کی مذہبی یا دنیوی دل آزاری کی جائے۔ میرا مقصود ہرگز یہ بھی نہیں تھا نہ کبھی ہوتا ہے کہ کسی بھی دو طبقوں کے درمیان دشمنی یا نفرت کے خیالات پیدا کئے جائیں یا بڑھائے جائیں نہ ہرگز یہ مقصد تھا نہ کبھی ہوتا ہے کہ محفل بلاوجہ بے فائدہ کسی شخص پر جھوٹا اتہام لگا کر یا سچا الزام دے کر اس کی توہین کی جائے۔ اور لوگوں کی نظروں میں اس کو بے عزت کیا جائے۔ بلکہ ہم سنی مسلمانوں کے مذہب اہلسنت و دین اسلام کے خلاف وہابیوں دیوبندیوں کے مولوی صاحبان نے جو اتہامات ہمارے پیارے خدا جل جلالہ پر ہمارے پیارے مصطفیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم پر اپنی کتابوں میں لگا کر ہمارے دین و مذہب کی توہینیں اور اہانتیں کی ہیں۔ سنی مسلمانوں کو بلاوجہ ذرا ذرا سی باتوں پر کافر مشرک لکھ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے سنی مسلمانوں اور وہابی دیوبندیوں کے درمیان عداوت و نفرت کی

زبردست خلیجیں پیدا ہوگئی ہیں اور جن کی وجہ سے مختلف مقامات پر آئے دن لڑائیاں جھگڑے فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ ان عبارتوں کو ان کی کتابوں سے صفحات کھول کھول کر ان تقریروں میں سناتا رہا اور دوسرے مقامات پر بھی سناتا رہتا ہوں پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ اور ہندوسندھ اور دکن و کوکن اور برما و مدراس اور کاٹھیاواڑ و گجرات اور پنجاب و بنگال اور بلوچستان و سرحد کے علمائے اسلام و مشائخ اعلام نے جو فتاوائے شرعیہ صادر فرمائے ہیں کہ جو شخص خدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے گستاخانہ بے ادبانہ کلمات بولے یا لکھے مسئلہ ضروریہ دینیہ ختم نبوت کا یا کسی اور ضروری دینی عقیدے کا اس طرح انکار کرے وہ شریعت اسلامیہ کے احکام کی رو سے ایسا کافر مرتد بے دین وہابی شیطان کا چیلا ہوگیا کہ جو شخص اس کے ایسے کفری کلمات پر یقیناً مطلع ہو جانے کے بعد بھی اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے وہ خود بھی اسلامی شریعت کے حکم سے کافر مرتد ہو جائے گا۔ ان فتووں کو بھی کتاب حسام الحرمین و کتاب الصوارم الہندیہ و کتاب مبلغ وہابیہ کی زاری کے صفحات کھول کھول کر پڑھ کر سمجھاتا رہا اور دوسرے مقامات پر بھی اسی طرح سمجھاتا رہتا ہوں اور اسی کے ساتھ یہ اعلان بھی کر کے کہ جس کسی صاحب کو میرے ان عبارات کے پڑھنے پر کچھ بھی شک و شبہہ ہو وہ نہایت سکون اور شانتی کے ساتھ بالکل نڈر اور قطعاً بے خوف ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور یہ کتابیں خود اپنے ہاتھوں میں لے کر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خود اپنی زبان سے پڑھ کر اس امر کا اطمینان حاصل کر لے کہ یہ عبارتیں جو میں پڑھ کر سنا رہا ہوں انہیں الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں ہیں یا نہیں ہر موافق و مخالف کو تحقیق حق کی طرف بلاتا رہا۔ اور دوسرے مقامات پر بھی بلاتا رہتا ہوں۔ پھر اسی کے ساتھ یہ اعلان کر کے کہ جن صاحب کو میرے بیان پر

کوئی اعتراض ہو کوئی شک و شبہہ ہو وہ حضرات اثنائے تقریر میں تو برائے مہربانی ہرگز ہرگز کسی طرح کا کچھ دخل نہ دیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے بدامنی کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ اپنے تمام شکوک و شبہات و اعتراضات برابر نوٹ کرتے رہیں اور جب میں تقریر کے آخر میں قیام تعظیمی کر کے صلاۃ وسلام پڑھ کر تقریر ختم کر لوں اسی وقت اسی جلسہ عام میں وہ صاحب تہذیب و متانت امن و سکون کے ساتھ اپنے شکوک و شبہات و اعتراضات پڑھتے جائیں اور مجھ سے بعون خدا و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تسلی بخش جوابات لیتے جائیں۔ ہر ایک صاحب کو حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے سوچنے سمجھنے غور کرنے کا شوق دلاتا رہا اور اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی لوگوں کو اس امر کا شوق دلاتا رہتا ہوں۔ ان باتوں سے خالص نیک نیتی کے ساتھ میرا مقصد صرف یہی تھا اور ہر مقام پر یہی رہا کرتا ہے کہ ایسی باتوں کا حتی الامکان ازالہ کیا جائے۔ جو ہمارے دین اسلام ہمارے مذہب اہل سنت ہمارے خدا جل جلالہٗ ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی توہین و تکذیب و اہانت کے لیے ان کتابوں میں لکھ کر چھاپ کر شائع کی گئی ہیں جن سے دنیا بھر کے مسلمانان اہلسنت کی سخت شدید مذہبی دل آزاری ہو رہی ہے۔ اور جن کی وجہ سے دین اسلام کا کلمہ پڑھنے والوں کے درمیان جگہ جگہ دشمنیاں نفرتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ عامہ مسلمانانِ اہلسنت ایسے عقیدوں کی حقیقت معلوم کر کے ان سے بچیں اور ان کتابوں کو پڑھ کر یا ان کتابوں کے مضامین بیان کرنے والے مولویوں کی تقریریں سن کر جن لوگوں کے عقیدے ایسے ہو گئے ہیں وہ بھی غور و فکر تحقیق و انصاف کر کے ایسے عقیدوں سے توبہ کریں اور باہم جو عداوتیں منافرتیں پھیلی ہوئی ہیں وہ سب دور ہوں۔ سب مسلمانانِ اہلسنت باہم متحد اور شیر و شکر ہوں۔

میرے اس قسم کے بیانات پر مستغیث صاحبان کا زیر دفعات ۲۹۸، ۱۵۳۔
الف، ۵۰۰ استغاثہ دائر کرنا بالکل ایسا ہی ہے کہ پاسبانوں چوکیداروں پہرہ
دینے والوں پر بھی دل آزاری اشتعال انگیزی امن شکنی منافرت افگنی کے
الزامات لگائے جائیں ان پر بھی استغاثے دائر کیے جائیں کہ یہ پاسبان چوکیدار
پہرہ دینے والے لوگ چوروں کی دل آزاری کرتے ہیں۔ لوگوں کے جذبات کو
چوروں ڈاکوؤں کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ چپ رہا کریں تو امن و
امان کے ساتھ چوریاں ہو جایا کریں ڈاکے پڑ جایا کریں۔ لیکن یہ چلا چلا کر لوگوں
کو ہوشیار کر دیتے ہیں تو چوروں سے مقابلے کے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں۔
گھر والوں ساہوکاروں پبلک کے لوگوں اور چوروں کے درمیان عداوتیں
منافرتیں پیدا ہو جانے اور بڑھ جانے کے حادثات بھی رونما ہوئے ہیں۔ پبلک
کے درمیان یہ بیچارے غریب فاقہ کش مصیبت زدہ لوگ چور کے نام سے بدنام
بھی ہو جاتے ہیں لہذا ان سب فسادات کی ذمہ داری انہیں پاسبانوں
چوکیداروں پہرہ داروں ہی پر ہے۔ حالانکہ ہر عقلمند جانتا اور مانتا ہے کہ پاسبان یا
چوکیدار یا پہرہ دار ہرگز نہ چوروں اور ساہوکاروں کے درمیان منافرت وعداوت
پھیلاتا ہے۔ نہ وہ ڈاکوؤں کے خلاف پبلک کے جذبات کو بھڑکاتا ہے نہ وہ
جھگڑے اور فسادات کراتا ہے۔ نہ وہ عامہ خلائق کی امن وامان میں خلل ڈلواتا
ہے نہ وہ کسی چور یا ڈاکو کی حیثیت عرفی کے ازالے کے لیے اس پر سچا الزام یا جھوٹا
اتہام لگاتا ہے۔ بلکہ وہ صرف اس فرض منصبی کو بکمال مستعدی وہوشیاری بجالاتا
ہے۔ جو اس پر اس کی سرکار کی طرف سے مقرر ہے جس کے خزانہ عامرہ سے وہ
تنخواہ پاتا ہے۔ گلیوں، کوچوں، محلوں، بازاروں میں گشت کر کے چلاتا ہے شور
مچاتا ہے۔ سونے والوں کو جگاتا ہے۔ اور اس طرح اپنی سرکار بلند وقار کی رعایا

کے گھروں کو چوروں ڈاکوؤں کی دست برد سے اور خود ان چوروں ڈاکوؤں کو
چوری کرنے ڈاکہ ڈالنے کی ذلیل حرکتوں سے بچاتا ہے اور حسن کارکردگی کے
صلے میں انعام واکرام اور وفادار سرکار کا خطاب پاتا ہے۔
طبیب یا ڈاکٹر کسی سمجھدار مریض کو اگر اس کے اصل مرض اور اس کے خطر
ناک انجام پر مطلع کر کے اس کو شفایابی کا نسخہ بتائے تو مریض اس کو اپنی دل
آزاری یا توہین نہیں ٹھہراتا ہے بلکہ اس طبیب یا ڈاکٹر کو اپنا خیر خواہ ومحسن تصور
کرتے ہوئے اس کا شکریہ بجالاتا ہے۔
کوئی مدرس یا معلم اگر مکتب یا مدرسے میں اپنے شاگردوں طالب علموں کے
سامنے اپنے کسی شاگرد کو اس کی بدشوقی یا بے محنتی یا خراب چلنی پر زجر وتوبیخ
کرے، ڈانٹے ڈپٹے، نالائق بے تمیز بے ہودہ کہے تو وہ شاگرد بشرطیکہ سمجھدار اور
عقلمند ہو کبھی ہرگز اس مدرس یا معلم پر کوئی استغاثہ دائر نہیں کراتا ہے نہ ہرگز اس پر
اپنی توہین ودل آزاری کا یا اپنے اور دوسرے طالب علموں کے درمیان منافرت
پھیلانے کا یا ازالہ حیثیت عرفی کا الزام لگاتا ہے بلکہ اس کو اپنا سچا مخلص استاد شفیق
مربی مانتے ہوئے اس کی نصیحت وہدایت کے سامنے سر تسلیم جھکاتا ہے۔
ایک حق گو عالم دین بھی دین کا پاسبان مذہب کا چوکیدار ملت کا پہرہ دار اور
عامہ کلمہ گویان اسلام کے روحانی امراض کا خیر خواہ، معالج اور خدا ورسول جل
جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام وفرامین کا معلم ہے۔ مسلمانوں کے
دین وایمان میں جھوٹ بولنا، ظلم کرنا، فریب دینا بدکاری کرنا، جوا کھیلنا، شراب
پینا، سود کھانا، داڑھی منڈانا، داڑھی ایک مشت سے کم کرانا، ناچ، سینما تھیٹر دیکھنا
نماز نہ پڑھنا روزہ رمضان نہ رکھنا مالدار صاحب نصاب کا زکوٰۃ نہ دینا۔ صاحب
استطاعت کا حج سے محروم رہنا خدا تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ

وسلم کی توہین و بے ادبی کرنا کسی عقیدہ ضروریہ دینیہ کا انکار کرنا کسی آیت قرآنیہ کو جھٹلانا یہ سب روحانی امراض ہیں جن میں اخیر کے چار تو ہمیشہ کے لیے سخت مہلک ہیں حق گو عالم دین ایسے خلاف دین و مذہب امور کی تلقین کرنے والوں کی کفری تعلیمات سے مسلمانوں کو بچاتا ہے۔ ان روحانی بیماریوں سے شفایابی کا سچا نسخہ توبہ وانابت الی اللہ تعالیٰ بتاتا ہے۔ عامہ اہل اسلام کو خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام سکھاتا ہے۔ اخیر میں مودبانہ عرض ہے کہ میں نے جو یادداشت اپنے بیانات کی پیش کی ہے۔ کم ازکم ایک ہی مرتبہ تکلیف فرما کر اس کو بالاستیعاب فیصلہ فرمانے سے پہلے براہ مہربانی وکرم فرمائی تمام وکمال ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اور عرضی گزار کو مشکوریت کا موقع دیا جائے۔ اس تحریری بیان کے ساتھ کتاب الصوارم الہندیہ وکتاب مبلغ وہابیہ کی زاری وکتاب نصرت آسمانی پیش کرتا ہوں۔

ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں ۱۸ ستمبر ۱۹۴۸ء شنبہ ۱۴ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۶۷ھ

جناب اسپیشل مجسٹریٹ صاحب بہادر بالقابہ کا فیصلہ

بعونہ تعالیٰ وبعون حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم

مسلمانان اہلسنت کی فتح مبین

وہابیوں دیو کے بندوں کی شکست مہین

نقل تجویز مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء بحکم جناب مہابیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ درجہ اول فیض آباد۔ مقدمہ نمبر ۸۴/۱ از دفعہ ۲۹۸، ۵۰۰، ۱۵۳ تعزیرات ہند عبد الحمید خاں وغیرہ بنام حشمت علی تھانہ پورہ قلندر

عبدالحمید خاں وغیرہ بنام حشمت علی زیر دفعہ ۵۰۰، ۲۹۸، ۱۵۳ تعزیرات ہند

عبدالحمید خاں، سراج الحق خاں وحبیب اللہ خاں جو کہ قصبہ بھدرسہ کے ہیں انھوں نے یہ استغاثہ حشمت علی خاں کے خلاف دائر کیا۔ جو پیلی بھیت کا ساکن ہے۔ استغاثہ کے الزامات حسب ذیل ہیں۔ کہ مستغیثان حنفی مسلمان ہیں اور ملزم پیلی بھیت کا باشندہ ہے۔ اور اپنے کو یقینی طور پر بریلی کے عالموں کے خیال کا بتاتا ہے۔ ملزم چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں نزاع ہو جائے اور ایسے مسلمان جو کہ ان کے خیال کے نہیں ہیں ان کو گالی دیتا ہے۔ وہ قصبہ بھدرسہ میں تقریباً ایک ماہ سے مقیم ہے اور اپنے دوران قیام میں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اپنے ہم خیال لوگوں کی امداد سے اپنے دور قیام میں اس نے بہت سے وعظ کیے ہیں۔ اور ان وعظوں میں وہ مستغیثان اور ان کے علماء کے خلاف کلمات توہین استعمال کرتا ہے جن کی مستغیثان عزت کرتے ہیں۔ مستغیثان نے بہت کوششیں کیں کہ ملزم اپنے حرکات توہین سے باز آئے۔ لیکن سب بے سود ہوئیں۔ ۸ جون ۱۹۴۶ء کو ملزم نے ۹ بجے اور ۱۲ بجے شب کے

درمیان ایک وعظ کہا۔ جس میں اس نے بعض ایسی باتیں کہیں جو توہین آمیز اور مختلف فرقوں کے درمیان فساد انگیز تھیں۔ الفاظ یہ تھے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبہٹی و مولوی عبدالشکور کاکوروی و مولوی رشید احمد گنگوہی کافر مرتد اور بے دین ہیں۔ آگے چل کر کہا کہ مسمیان عبدالحمید خاں و حبیب اللہ و محمد شریف خاں و مولوی سراج الحق و محمد عارف ساکن بھدرسہ وہابی مرتد کافر بے دین اور دیو کے بندے ہیں اس کے علاوہ ملزم کی یہ بھی کوشش ہے کہ ان کے خیالات کے لوگ دوسرے خیالات کے لوگوں سے نہ ملیں اور نہ وہ ان میں شادی بیاہ کریں۔ یعنی ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں۔ ملزم ایک دوسرے مسلمان کے درمیان جذبات منافرت پھیلا رہا ہے۔ ملزم کی اس تقریر سے مستغیثان کی اور ان کے علماء کی عزت کو نقصان پہنچا ہے اور یہ تقریر ان کو بدنام کرنے والی ہے۔ ملزم کا یہ بھی ارادہ تھا کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان مذہبی منافرت پیدا کی جائے۔ مستغیث عبدالحمید خاں نے اس واقعہ کی رپورٹ تھانہ میں بھی کی۔ ملزم پر جرم زیر دفعہ ۵۰۰، ۲۹۸، ۱۵۳اعائد ہوئے جس کا ملزم انکار کرتا ہے۔ ملزم کہتا ہے کہ اس نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو کوئی تقریر بھدرسے میں نہیں کی۔ اور نہ اس نے کبھی بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو مستغیثان نے حلفا بیان کئے ہیں نہ کبھی وہ اس طرح ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ وہ قطعی طور پر کہتا ہے کہ اس نے ۷ جون ۱۹۴۶ء کے پہلے کچھ تقریریں کی تھیں جن میں اس نے مختلف کتابوں سے کچھ عبارتیں پڑھی تھیں۔ ان کتابوں میں یہ مولویان اسلامی فتوے سے بے دین کافر مرتد اور دیو کے بندے کہے گئے ہیں۔ اس نے یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کہیں وہ کہتا ہے کہ مستغیثان کو پہچانتا تک نہیں۔ شاید مستغیثان انہیں مولاناؤں کے خیال کے ہوں۔ اور انھوں نے ان الفاظ کو اپنے اوپر خیال کیا

ہوئے۔ ۷ جون ۱۹۴۶ء کو دونوں فرقوں کے درمیان سمجھوتہ ہوا کہ قصبہ بھدرسہ میں دونوں فرقے پانچ یوم تک مذہبی باتوں پر تقریر نہ کریں۔ بلا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت کے ۷ جون ۱۹۴۶ء کے پہلے ملزم کی جو تقریریں مختلف مقامات پر ہوئیں ان کا ایک نوٹ [1] اس مقدمہ میں ملزم کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ مجھ کو یہاں پر دیکھنا ہے کہ ملزم نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو واقعی ایک تقریر کی۔ جیسا کہ استغاثہ کا بیان ہے اور پھر وہ تقریر مستغیثان کی اور ان کے علماء کی بدنامی کرنے والی تھی اور اس تقریر میں ملزم نے قصداً بدنیتی سے معاندانہ خلاف قانون فساد کرنے کے لیے اشتعال دلایا یا نہیں جہاں تک تاریخ تقریر کا سوال ہے حلفا کہا جاتا ہے کہ ملزم نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو تقریر کی اور عبدالحمید خاں نے اس کی رپورٹ تھانہ پر کی ہے۔ نہ تو اس مقدمہ میں وہ رپورٹ پیش کی گئی ہے اور نہ کسی گواہ نے اس کو ثابت کیا ہے اس سے استغاثہ کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی رپورٹ نہیں کی گئی ہے۔ استغاثہ ۱۲ جون ۱۹۴۶ء کو دائر کیا گیا ہے۔

مستغیثان نے کوئی وجہ نہیں بتائی کہ استغاثہ میں دیر کیوں ہوئی ہے جبکہ رپورٹ تھانہ پر نہیں کی گئی۔ گواہ نمبر ا سراج الحق کہتا ہے کہ ۷ جون ۱۹۴۶ء کو موضع میں پولیس آئی اور چیئرمین ٹاؤن ایریا صاحب بھی آئے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ بھدرسہ میں بلا اجازت کوئی مذہبی یا دوسری تقریر نہ ہو یا اور کوئی ایسا عام جلسہ نہ کیا جائے۔ جس سے فساد اور جھگڑے کا احتمال ہو۔

....

[1] ۱۱۴ صفحات کا مضمون ہے۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ ثم شاء حبیبہ صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم فتح الابرار علی الکفار میں جو بسوط و مکمل رسالہ ہوگا شائع ہوگا۔

....

یہ غیر ممکن ہے کہ جب اس دن ایسا اعلان ہو گیا تھا۔ تو اس کے بعد بھی کوئی تقریر وغیرہ ہوئی ہو۔ سراج الحق نے دوران جرح میں حلفاً یہ بتایا کہ استغاثہ واقعہ کے سات یا آٹھ یوم کے بعد کیا گیا ہے۔ استغاثہ کی تاریخ ۱۲۔ جون ۱۹۴۶ء ہے جس کے معنے یہ ہوئے کہ واقعہ ۴ یا ۵ جون ۱۹۴۶ء کا ہوگا۔ مستغیث عبدالحمید خاں بیان کرتا ہے۔ کہ مناظرہ ۷ جون ۱۹۴۶ء کو ہونے والا تھا۔ لیکن محمد اکبر کی رپورٹ پر پولیس آگئی۔ اور گواہ اور فریق ثانی کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ کوئی ایسا مکالمہ نہ ہو۔ جس سے دل آزاری ہو۔ یہ واقعہ ۷/ جون ۱۹۴۶ء کی شام کو گزرا۔ اور اسی دن شب کو ملزم نے تقریر کی۔ اور اس پر عبدالحمید خان نے صبح کو یعنی ۸ جون ۱۹۴۶ء کو پولیس میں رپورٹ کی۔ یہ بات واقعہ کی تاریخ ۸ جون ۱۹۴۶ء ہونا ختم کر دیتی ہے۔ دونوں مستغیثان کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریر ۸ جون ۱۹۴۶ء کو نہیں ہو سکی ہوگی۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ تقریر میں کیا کہا گیا۔ مستغیثان نے تحریر میں کچھ نہیں دیا کہ ملزم نے کیا کہا صرف تین مستغیثان اور دو گواہان کا بیان ہے کہ ملزم نے اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ملزم یہ مانتا ہے کہ اس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کیے ہیں مگر وہ عبارت دوسری تھی۔

گواہ نمبر ۱ کہتا ہے کہ تقریر کو کسی نے بھی نوٹ نہیں کیا اور نہ خود اس نے نوٹ کیا۔ ملزم نے جو الفاظ کہے ہیں وہ ان کو زبانی یاد ہیں اور کچھ مختصر مفہوم تقریر کا بھی یاد ہے۔ اس کے بیان کے مطابق ملزم تقریر کے وقت کتابیں اپنے ہاتھ میں لیتا تھا۔ اس بیان سے ملزم کی بات کو تقویت ملتی ہے گواہوں میں سے کسی نے تقریر کو تحریر میں نہیں پیش کیا۔ نہ کسی اور نے بلکہ ملزم نے تقریر کے خاص مضمون کو تحریر میں پیش کیا ہے کسی دوسری تحریر کی عدم موجودگی میں ملزم کی تحریر کو درست اور صحیح مانا

جائے گا۔ اس تحریر کے کچھ حصے جب گواہوں کے سامنے پڑھے گئے تو انھوں نے انکار کر دیا ہے۔ لیکن زبانی انکار بیکار ہے۔ ملزم اقرار کرتا ہے کہ اس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ لیکن عبارت دوسری ہے اور اس نے وہ الفاظ چند کتابوں کی تحریر کی مدد سے کیے تھے میرا خیال ہے کہ ملزم کا فعل بالکل درست تھا کہ وہ کتاب سے پڑھ رہا تھا۔ اور ملزم یہ بات نیک نیتی سے پبلک کی آگاہی کے لیے کر رہا تھا تاکہ وہ مذہبی باتیں سمجھ لیں۔ اس لیے ملزم کا فعل دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند میں نہیں آتا ہے۔ ملزم کی تقریر سے پبلک کے اشتعال جھگڑے کے احتمال کے متعلق کچھ گواہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ملزم کی تقریر سن کر بہت سے لوگ ان کی باتیں سمجھ کر ملزم کے ہم مذہب ہو گئے۔ اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ملزم کا وعظ بہت دلچسپ تھا۔ مستغیث عبدالحمید خاں بیان کرتا ہے کہ مناظرے سے فساد کا احتمال تھا نہ کہ تقریر سے۔ حالانکہ خود ہی عبدالحمید مناظرے کا کھلا چیلنج دینے والا تھا۔ اس سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا فساد ملزم کی وجہ سے نہیں ہو سکتا تھا بلکہ مستغیث اس کا ذمہ دار تھا۔

اس مقدمہ میں ایک اکسپرٹ مولانا ابوالوفا پیش کیا گیا۔ ملزم نے مذہبی امور میں خود بڑی لمبی جرح اس پر کی۔ اس کی گواہی کو مقدمہ کی گواہی کہنے سے اس کو مذہبی مناظرہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ ہوتا چلا آرہا ہے کہ ہر ایک مذہبی کتاب کی عبارتوں کے مختلف معانی لیے جاتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنے خیال کے مطابق اس کے معنی نکال لیتا ہے اور اسی طرح سارا معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ صحیح معنی اور مصنف کی اصل مراد اور جس ماحول میں وہ کتابیں لکھی گئی تھیں ان کے دیکھنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ اس کی گواہی کا اکثر حصہ مذہبی مناظرہ تھا۔ مذہبی مناظرے میں کوئی ہار جیت نہیں ہوتی کیونکہ جس کا جیسا اعتقاد ہوتا ہے وہ ویسا ہی کتابوں کا

[illegible] اور ملزم دوسرے گروہ کا ہے۔

[illegible] کر اس کے اور اشرف کے [illegible] والے تھے اور ایک طرف کے [illegible] کار بن کر جواب دیتے [illegible] کے جواب میں ملزم کے لیے وہی الفاظ استعمال [illegible] پیش کرتا ہے جو ثبوت مثل میں پیش کیے گئے ہیں ان سے مجھے یہ بات نظر آتی ہے کہ عبدالحمید خاں اپنے مذہب کا اندھا مقلد ہے اور وہ ملزم کے وعظوں سے جو کہ مئی ۴۸ء میں ہوئے ہیں بہت رنجیدہ ہوا اور اس نے ملزم کے مریدین سے کہا کہ ایک مناظرہ ہو جائے جو کہ جون ۱۹۴۶ء میں ہونے والا تھا۔ اس نے اس کام کے لیے ایک دن نور محمد کو بلوایا۔ عبدالحمید خان یہی کہتا ہے کہ اس نے پولیس کا بھی انتظام کیا کیونکہ بھدرسہ میں فساد کا ڈر تھا۔ پولیس کو اس بات کی رپورٹ دی گئی اور مناظرہ روک دیا گیا۔ مستغیث عبدالحمید خاں شاید اس بات پر بہت رنجیدہ ہوا کہ ملزم نے موضع میں جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اور لوگوں نے ان کو سنا۔ اور قبول وتسلیم کر لیا۔ جن کو وہ منافرت کے ذریعے رد کرنا چاہتا تھا اور اس نے دو اور آدمیوں کو اپنا ہم خیال کر لیا۔ اور ۸ جون ۱۹۴۶ء کو واقعے کی تاریخ معین کرنے کا موقع حاصل کر لیا۔ حالانکہ یہ واقعہ بیان مذکورہ بالا کے مطابق کبھی نہ ہو پایا۔ اور ملزم کے خلاف جھوٹا اور باطل استغاثہ دائر کر دیا جس کا سچا ہونا وہ ثابت نہ کر سکا۔ اگر حقیقۃً ملزم نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں مذہبی منافرت پیدا کرنے والی تقریر کی تھی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ بھدرسہ میں کوئی معتبر آدمی مستغیث کی بات کی تائید کرنے والا اس کو نہیں ملا۔

صرف تین گواہ پیش کیے گئے ہیں پہلا تجمل حسین ہے جو کہ اپنے کو بھدرسہ کا حکیم بتاتا ہے اور شاہ بدیع جو کہ اڑھائی میل کی دوری پر ہے وہاں کا ساکن ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اس دن بھدرسہ سے گھر نہیں گیا اور تقریر کرنے کے لیے گیا وہ کہتا ہے کہ مولانا حشمت علی نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ ان مولویوں نے اپنی کتابوں میں ایسا لکھا ہے اسی وجہ سے وہ کافر ہو گئے ہیں یہ گواہی ملزم کی تائید کرتی ہے۔ دوسرا گواہ قائم علی پیش کیا گیا ہے جو کہ ایک میل کی دوری پر رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مولانا نے کہا کہ دیوبندی مولویوں کے کہنے پر مت عمل کرو میں ان کے طریقہ پر چلتا تھا اور میں نے اس سے کہا کہ اگر یقین کرا دیا جائے کہ ان کا طریقہ کس طرح خراب ہے تو میں خود پھر جاؤں اس کے بعد میلاد ہوا اور میں چلا گیا۔ دوسرے موضع کے ان دو گواہوں کے سوا دوسرا کوئی موقعہ کا گواہ پیش نہیں کیا گیا۔

میرا خیال ہے کہ جیسا کہ میں نے اوپر بحث کی ہے کہ ۸ جون ۱۹۴۶ء کا واقعہ سراسر گڑھی ہوئی بات ہے اور ایسا کوئی واقعہ نہ ہونے پایا وہ ملزم کی اگلی تقریریں تھیں جن سے مستغیثوں کی دل آزاری ہوئی کیونکہ فریق ثانی کے عقائد قبضہ جما رہے تھے اس لیے مستغیثوں نے بغیر سیاق وسباق کا تعلق دیکھتے ہوئے تقریر کے چند الفاظ لے کر ملزم کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ میرے خیال میں ملزم کو اس کی جماعت میں صرف بدنام کرنے کے لیے یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ مذہبی مبلغ ہے اور اچھی مقدار میں مریدین رکھتا ہے جیسا کہ دوران مقدمہ میں دیکھا گیا۔ گواہ نمبر ۷ بر ما میں ملزم کے خلاف کوئی مقدمہ ثابت کرنے کے لیے پیش کیا گیا جس کوئی وقعت نہیں ہے۔

میں ملزم حشمت علی کو تعزیرات ہند کی دفعات ۵۰۰، ۱۵۳، ۲۹۸ سے جن کا الزام اس پر لگایا گیا ہے اور اس پر مقدمہ چلایا گیا ہے۔ بے قصور قرار دیتا ہوں اور

اس کو آزاد کرتا ہوں ۔ زیر دفعہ ۲۵۸ ضابطہ فوجداری اس کو آزاد کرتا ہوں ۔ دستخط مہابیر پرشاد اگروالی مجسٹریٹ درجہ اول ۔ فیض آباد ۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء



شرح سلام رضا

مرتبہ :

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی بی ایڈ/ایم اے اردو ۔ پنجابی ۔ تاریخ

ملنے کا پتہ:

فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

فیض آباد سیشن جج کورٹ

۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء کو فیض آباد کے سیشن جج شری یعقوب علی رضوی کے دیئے ہوئے فیصلے کی نقل :۔ سراج الحق عمر ۳۰ سال ولد ظہور خاں ۔ حبیب اللہ عمر ۴۴ سال ولد جمن باشندگان قصبہ بھدرسہ پولیس اسٹیشن تھانہ پورہ قلندر ضلع فیض آباد عرض گزران بنام حکومت ہند ۔

معرفت حشمت علی خاں ولد نواب علی خاں محلہ بھورے خاں ضلع پیلی بھیت زیر دفعہ ۴۳۵ ضابطہ فوجداری ۔ فوجداری نگرانی فیض آباد نمبر ۵۸ ، ۱۹۴۸ء

حکم

یہ نگرانی کی درخواست خلاف حکم شری مہابیر پرشاد اگروال کے ہے جو کہ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو صادر ہوا ہے ۔ جس میں انھوں نے ملزم مولانا حشمت علی کو جرم دفعہ ۱۹۸ ۔ ۵۰۰ اور ۵۳ تعزیرات ہند سے رہا کر دیا ۔

۱۲ جون ۱۹۴۶ء کو عرض گزران عبد الحمید خاں و سراج الحق اور حبیب اللہ ساکنان قصبہ بھدرسہ تھانہ پورہ قلندر جو کہ حنفی مسلمان ہیں ۔ ایک استغاثہ زیر دفعہ ۲۹۸ ، ۵۰۰ ، ۵۳ خلاف ملزم مولانا حشمت علی کے جو کہ پیلی بھیت کا ہے پیش کیا ۔ جس میں انھوں نے حلفیہ شکایت کی کہ ملزم اپنے کو عالم اور بریلی کے خیالات کا بتاتا ہے ۔ مسلمانوں کے درمیان میں جھگڑا پیدا کرنے کے لیے ملزم ان بھدرسہ کے مسلمانوں کو گالی دیتا ہے جو کہ اس کے مرید اور معتقد نہیں ہیں ۔ ملزم قصبہ بھدرسہ میں ایک ماہ سے مقیم ہے اور جس میں ملزم نے بہت سی تقریریں کی ہیں اور اپنے خیالات کی اشاعت کی جن میں اس نے مستغیثان اور علمائے مستغیثان کی بے عزتی کی ہے جن کو مستغیثان مانتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں ۔ مورخہ ۸

جون ۱۹۴۶ء کو ۹ بجے اور ۱۲ بجے رات کے درمیان ملزم نے ایک تقریر شارع عام پر کی۔ جس میں مستغیثان کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچانے کے لیے توہین آمیز اور گالیوں سے بھرے ہوئے کلمات استعمال کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ کہے۔

یہ ہے کہ مولوی اشرف علی۔ مولوی محمد قاسم۔ مولوی خلیل احمد۔ مولوی عبد الشکور اور مولوی عبدالرشید کافر مرتد اور بے دین ہیں۔ ملزم نے دوران تقریر میں یہ بھی کہا کہ مستغیثان اور محمد عارف ساکن بھدرسہ وہابی مرتد کافر اور دیو کے بندے ہیں ان کے علاوہ ملزم یہ بھی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے پیرو دوسرے مسلمانوں سے جو کہ اس کے خیالات کے نہ تھے نہ ملیں۔ آپس میں رشتہ ازدواجی نہ قائم کریں۔ اور ان سے مقاطعہ کلیہ کریں۔ یہ ہے کہ ملزم کی اس تقریر سے مستغیثان اور ان کے علماء کی بدنامی اور بے عزتی ہوئی اور یہ ہے کہ مستغیث عبد الحمید خاں نے ملزم کے خلاف اس امر کی ایک رپورٹ تھانہ پورہ قلندر میں کی تھی۔

ملزم نے جرم سے انکار کیا اور یہ بھی انکار کیا کہ ملزم نے ۸ جون ۴۶ء کو ایسی کوئی تقریر بھدرسہ میں نہیں دی ملزم نے یہ بھی انکار کیا کہ اس نے وہ الفاظ جو کہ مستغیثان نے بیان کیے ہیں نہیں استعمال کیے۔ ملزم نے بیان کیا کہ ۷ جون ۴۶ء کے قبل اس نے چند تقریریں بھدرسہ میں کیں جس میں اس نے کتابوں سے چند عبارتیں پیش کیں اور ان عبارتوں میں علماء جو کہ استغاثہ میں درج ہیں۔ بذریعہ فتویٰ کافر مرتد بے دین دیو کے بندے اور وہابی قرار دیئے گئے تھے۔ یہ ہے کہ ملزم نے جو کچھ حاضرین جلسہ سے کہا وہ اس کے الفاظ نہ تھے یہ ہے کہ وہ مستغیثان کو پہچانتا تک نہیں ہے۔ اور یہ ہے کہ مورخہ ۷ جون ۴۶ء کو مسلمانوں کے دونوں فرقوں میں یہ سمجھوتہ ہوا کہ وہ لوگ قصبہ بھدرسہ میں ۱۵ دن تک آپس میں مذہبی

معاملوں پر بحث و مباحثہ نہ کریں۔ بغیر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت حاصل کیے ہوئے ۷ جون ۴۶ء سے قبل تقریریں جو کہ ملزم نے بھدرسہ میں دی تھیں ان کا مضمون کچہری میں خود ملزم نے پیش کیا جس پر نمبر EXD۰۷ پڑا ہے۔

ثبوت دونوں فریقین کی طرف سے پہنچنے کے بعد لائق مجسٹریٹ نے اولاً یہ فیصلہ کیا کہ ملزم نے ۸ جون ۴۶ء کو کوئی تقریر نہیں کی جس کی کہ مستغیثان شکایت کرتے ہیں۔ اور یہ صرف ایک بنایا ہوا قصہ تھا۔ دوسرا فیصلہ مجسٹریٹ نے یہ کیا کہ یہ الفاظ ملزم نے گزشتہ دوسری تقریروں میں استعمال کیے تھے جن سے ان کے جذبات کو صدمہ پہنچا تھا کیونکہ انھوں نے ان الفاظ کا سیاق سباق سے تعلق دیکھے بغیر غلط مطلب نکال لیا۔ اور یہ غلط مقدمہ ملزم کے خلاف دائر کیا۔ اس پر لائق مجسٹریٹ نے مقدمہ خارج کر دیا اور یہ اعتراض کیا کہ ملزم جو کہ مذہبی مبلغ ہے اور اس کے بہت کافی مرید اور معتقد ہیں۔ اس لیے اس کی پبلک میں بے عزتی کرنے کو یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ ملزم اس وجہ سے بری کر دیا گیا تھا۔

اور اسی بریت کے خلاف مستغیثان نے نگرانی کی درخواست دی ہے اور وہ اس حکم کے خلاف ہیں فریقین کے لائق وکلاء کی طویل بحثوں اور فریقین کے پیش کردہ زبانی اور تحریری ثبوت کو بہت غور سے پڑھنے اور سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ درخواست نگرانی کچھ دم نہیں رکھتی۔

وہ تقریر جس پر اعتراض ہوا ہے اس کو حسب بیان مستغیث ملزم نے ۸ جون ۴۶ء کو کیا تھا اور مستغیث عبدالحمید خاں نے کہا جاتا ہے کہ اس کی رپورٹ تھانہ پورہ قلندر میں کی تھی۔ لیکن ایسی کوئی رپورٹ نہ تو طلب کی گئی۔ اور نہ ثابت کی گئی۔ اس کے علاوہ استغاثہ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۴۶ء کو دائر ہوا۔ یعنی ۴ یوم بعد لیکن دیر ہونے کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔ اگر وہ تقریر واقعی میں ایسی تکلیف دہ اور

اشتعال انگیز تھی تو استغاثہ دائر کرنے میں کوئی دیر نہ ہونی چاہیے تھی۔ حسب بیان مستغیث سراج الحق بھدرسہ میں ۷ جون ۴۶ء کو پولیس اور ٹاؤن ایریا کے چیرمین آئے۔ اور انھوں نے یہ اعلان کیا کہ بھدرسہ میں بلا اجازت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے کوئی مذہبی مکالمہ نہ ہو اور کوئی ایسا عام جلسہ بھی نہ کیا جائے جس سے امن شکنی کا اندیشہ ہو۔ لائق مجسٹریٹ نے یہ صحیح فیصلہ کیا ہے کہ اس اعلان کے بعد ملزم کے لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ ۸ جون ۴۶ء کو جلسہ عام میں کوئی تقریر کرے۔ جیسا مستغیثان بیان کرتے ہیں۔ اسی گواہ سراج الحق کے بیان کے مطابق وہ تقریر جس کی شکایت ہوئی ہے۔ استغاثہ دائر کرنے کے ۷ یا ۸ یوم پہلے دی گئی تھی۔ حالانکہ استغاثے پر ۱۲ جون ۴۶ء درج ہے۔ بیان کی بناء پر ملزم کی قابل اعتراض تقریر ۴، ۵ جون ۴۶ء کے بعد نہیں ہوسکی ہوگی۔ پھر گواہ نمبر ۲ مستغیث عبدالحمید خان نے یہ اقرار کیا کہ مورخہ ۷ جون ۴۶ء کو مناظرہ ہونے والا تھا۔ مگر پولیس آگئی اور اس نے یہ معاہدہ کرا دیا کہ دونوں فرقوں میں ایسی تقریر نہ ہونی چاہیے کہ جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ اس گواہ کے بیان کے مطابق ۷ جون ۱۹۴۶ء کی شام کو یہ واقعہ ہوا۔ اور اسی شام کو ملزم نے قابل اعتراض وعظ کہا اور اسی گواہ نے حلفی بیان دیا کہ دوسرے دن یعنی مورخہ ۸ جون ۱۹۴۶ء کو رپورٹ صبح کو اس گواہ نے کی۔ اگرچہ بیان درست ہے تو قابل اعتراض تقریر ۷ جون ۴۶ء اور ۸ جون ۴۶ء کے درمیان والی رات میں ہوئی ہوگی اگر ہوئی ہو۔ نہ کہ ۸ جون ۴۶ء کو درمیان ۹۔۱۲ بجے رات کے اس لیے میں لائق مجسٹریٹ سے پوری طرح متفق الرائے ہوں کہ مستغیثان بہت ہی بری طرح سے ثابت کرنے میں ناکامیاب رہے کہ ۸ جون ۴۶ء کو ۹ بجے اور ۱۲ بجے کے درمیان ملزم نے کوئی ایسی تقریر کی جس سے ان کے علماء کی اور ان کی کسی طرح سے بے عزتی ہوئی۔ صرف اسی ایک دلیل کی بناء پر

درخواست نگرانی خارج کر دیئے جانے کے قابل ہے۔ لائق مجسٹریٹ کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلتا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی وتحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ صحیح فیصلہ کیا کہ ملزم نیک نیتی کے ساتھ کتابوں کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستے پر تھا۔ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت کو بغور دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ استغاثہ میں جو یہ شکایت ہے کہ ملزم نے کوشش کی کہ فرقہ وارانہ فساد ہو جائے تو یہ فساد کا احتمال ملزم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خود مستغیثان ہی کی وجہ سے تھا کیونکہ مستغیث عبدالحمید خان گواہ نمبر ۲ نے خود کہا کہ فساد کا احتمال مناظرہ کی وجہ سے تھا نہ کہ ملزم کی تقریر کی وجہ سے تھا۔ عبدالحمید خان نے خود اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرح ایک اشتہار چھاپا اور شائع کر دیا۔ جس میں انھوں نے مذہبی بحث ومباحثہ مناظرہ کے لیے کھلا چیلنج دیا۔ اشتہار پر کچہری کا نمبر EXD ہے۔

تمام پہلوؤں پر بہت ہی غور وخوض کے ساتھ نظر ڈالنے اور ثبوت کو پڑھنے کے بعد اس نتیجہ تک پہنچنے پر مجبور ہوا ہوں کہ میں حسب فیصلہ لائق مجسٹریٹ یہ فیصلہ کروں کہ ۸ جون ۱۹۴۶ء کو کوئی ایسی تقریر نہیں ہوئی اور مستغیث عبدالحمید خاں اور ان جیسے اندھے مقلدین مذہب کی طرف سے دائر کیا ہوا استغاثہ بالکل من گڑھت ہے۔ لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کر دیا۔ فریقین کے پیش کردہ ثبوتوں کی بناء پر بالکل صحیح اور درست ہے۔ مستغیثان میرے سامنے لائق مجسٹریٹ کے فیصلے میں کوئی قانونی غلطی یا اور کوئی غلطی نہ بتا سکے۔

درحقیقت یہ نگرانی جس کی مانند اپیل میرے سامنے بحث ہوئی تھی۔ اس میں کوئی جان نہیں ہے اور جس کو کہ میں خارج کرتا ہوں۔

دستخط:۔ یعقوب علی رضوی۔ سیشن جج۔ مورخہ ۲۸ جون ۱۹۴۹ء (دستخط پڑھنے میں نہ آئے) ہیڈ کا پیسٹ (دستخط پڑھے نہ گئے) ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج

فیض آباد۔ نقل کرنے کی تاریخ ۵ مئی ۱۹۴۹ء

مسلمانانِ اہلسنت کے لیے لمحۂ غور وفکر

آج ہندوستان میں دین اسلام بالخصوص مذہب اہلسنت و جماعت جس نازک دور سے گزر رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مشرکوں اور کھلے ہوئے کافروں کی اسلام دشمنی ایک واضح حقیقت ہے۔ اس دور پرفتن میں ہر فتنے کا رخ براہ راست اسلام وسنیت ہی کی طرف ہے۔ جو بے دین جو مفسد اٹھتا ہے وہ اسلام و مسلمین ہی پر حملہ کرتا ہوا اٹھتا ہے۔ مگر پھر بھی اللہ ورسول جل جلالہ' وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فضل وکرم اور اسلام کی حقانیت یہ ہے کہ ان دشمنان اسلام سے دین اسلام و مذہب اہلسنت کو کبھی اتنا عظیم و شدید ضرر و نقصان نہیں پہنچا جو اسلام کا نام لے کر اسلام سے غداری کرنے والوں، اسلام دوستی کا نام لے کر اسلام دشمنی کرنے والوں، کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم زبان سے پڑھنے کے باوجود اس کے دونوں جزوں کی مخالفت کرنے والوں، حمایت اسلام کا نام لے کر عداوت اسلام و نکایت سنیت کرنے والوں سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ ان مسلمان کہلانے والے کافروں سے اسلام وسنیت کو جو نقصان پہنچا وہ بہت ہی سخت اور ناقابل تلافی ہے۔

آپس کے اختلافات اور ذرہ ذرہ معمولی جزوی فروعی مباحث کی وہ گرم بازاری ہے کہ معاذ اللہ منہ ان فروعی مناقشات نے بڑھتے بڑھتے وہ صورت اختیار کرلی کہ آپس میں ایک دوسرے کی بے عزتی وآبروریزی کی جارہی ہے۔ اور اس طرح ایک دوسرے کے پیچھے پڑ کر اسلام و مسلمین کو نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ کہیں غرض کے بندے نفس پرست لوگ اسلام وسنیت کے خلاف درپردہ دشمنان اسلام وسنت کو اپنے گھر کے اسرار بتا کر ان کو اسلام وسنت پر حملہ کرنے کا

موقعہ دے رہے ہیں۔ کہیں دین وایمان برباد کیا جارہا ہے کہیں علمائے حقانی کو ملامتوں کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ عوام اہلسنت کو ان نائبان رسول اللہ سے بدظن کیا جارہا ہے۔ یہ حالات دیکھ دیکھ کر ہر حامی اسلام اپنی جگہ کلیجہ مسوس کر رہ جاتا ہے اس کے پاس اخبار ورسائل نہیں کہ اس کے ذریعہ سے بدمذہبوں، بددینوں کو دندان شکن جواب دیا جاسکے۔ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس کے توسط سے دنیائے سنیت میں اپنی آواز پہنچا سکے اور اپنے سنی بھائیوں کو بدمذہبی اور بے دینی سے بچاسکے۔ مگر پھر بھی جہاں کہیں باطل اپنی فرعونی طاقت اور شدادی شوکت کے ساتھ حق کے مقابل آیا تو اسے منہ کی ہی کھانا پڑی اور حق کے مالک حضرت حق جل جلالہ' وعم نوالہ' نے حق ہی کو غلبہ اور فتح یابی عطا فرما کر حق وباطل میں ظاہر وباہر امتیاز عطا فرمایا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اسی حق وباطل کی آویزش وچپقلش میں حق واہل حق کی کامیابی کا عظیم الشان مظاہرہ فیض آباد کے مقدمہ کی پائیدار فتح مبین ہے۔ اس مقدمہ میں سنیوں کو ایسی زبردست کامیابی ہوئی کہ اس پر جس قدر بھی فرحت ومسرت کا اظہار کریں کم ہے۔ اس مقدمہ سے پہلے صدیوں سنیوں کو ایسی کامیابی نظر نہیں آتی۔ دیوبندیوں وہابیوں کو ایسی شرمناک شکست ہوئی اور یہ ایسی بری طرح ہارے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اگر ان میں رتی بھر بھی حیا وغیرت ہوتی تو اس ذلت وخواری کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہابیت دیوبندیت کے لیے بے شرمی بے غیرتی لازم ہے۔

ضرورت تھی کہ

اس عظیم الشان فتح مبین کا چرچا سارے عالم یا کم از کم سارے ہندوستان میں عام ہو جائے اور فیض آباد کے مقدمے کے فیصلے سے سنی مسلمانوں کا کوئی گھر

خالی نہ رہے مگر اس کے لیے کثیر رقم کی ضرورت تھی تاکہ اس فیصلے کو کثیر تعداد میں چھپوا کر شائع کیا جائے۔ بہت جستجو اور تلاش تھی کہ کوئی مخیر مسلمان اسے کثیر تعداد میں شائع کرادے۔ خدا کی شان جویندہ یابندہ ایک دین اسلام وسنیت کا درد رکھنے والے حاتم زمانہ، جوان مرد یگانہ، صاحب خیرات و برکات، پکے سنی متصلب سچے صحیح العقیدہ مسلمان ڈھائی ہزار اس کتاب کو چھپوا کر مفت شائع کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انھوں نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع فرما دیا ہے اس لیے مجبور ہوں مگر اس عظیم الشان قربانی کرنے والے کے لیے دل سے نیک دعائیں نکلتی ہیں۔

اور اس کتاب مستطاب سے

فائدہ حاصل کرنے والے سنی حضرات سے استدعا ہے کہ موصوف کے لیے دعا کریں گے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کو ہم سنیوں کی طرف سے بہترین سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اس خدمت سنیت کو موصوف کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے مقاصد حسنہ میں کامیابی بخشے۔ اور دوسرے صاحب استطاعت سنی بھائیوں کو بھی ایسی ہی ٹھوس و بے ریا و بے غرض خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مقام حیرت وتعجب

آج مولانا محبوب علی خاں صاحب کی ایک ترتیبی غلطی کو اتنا اچھالا گیا کہ معاذ اللہ وہ اس کاتب کی غلطی سے بھی بار بار اپنی توبہ وانابت ورجوع الی الحق کا اعلان کر چکے مگر ان کی توبہ بہر حال نامقبول بلکہ توبہ کا دروازہ ہی بند مگر اشرفعلی تھانوی اپنی ناپاک کتاب ''حفظ الایمان'' ص ۸ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں پاگلوں کی طرح کہتا ہے۔ رشید احمد گنگوہی وخلیل احمد انبہٹی اپنی

نجس کتاب ''براہین قاطعہ'' ص ۵۱ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے علم مبارک کو ملک الموت بلکہ ابلیس ملعون کے علم سے بھی کم بتایا۔ قاسم نانوتوی نے اپنی گندی کتاب ''تحذیر الناس ص ۳ میں حضور کے سب سے پچھلے نبی ہونے کے عقیدے کو جاہلوں کا خیال بتایا ہے۔ اسمعیل دہلوی نے ''' صراط مستقیم'' ص ۹۶ میں لکھا ہے کہ نماز میں حضور کا خیال آنا رنڈی اور زنا کے خیال سے بدتر، رنڈی اور زنا کے خیال سے نماز ہو جائے گی اور آدمی مسلمان رہے گا۔ ان میں مگر حضور کا خیال لانے سے نماز بھی باطل اور آدمی بھی مشرک۔ خدا کی لعنت ایسے دھرم اور دھرمیوں پر پھر یہ لوگ نہ توبہ کرتے ہیں نہ ان کتابوں کو جلاتے ہیں نہ ان عبارتوں کو نکالتے ہیں بلکہ برابر شائع کر رہے ہیں۔ مسلمان آنکھیں کھول کر انصاف کے ساتھ ٹھنڈے دل سے دیکھیں کہ دیو کے بندوں پر ایک ہندو مجسٹریٹ نے کیسا دھوم دھامی حکم لگایا۔ اور بر سر اجلاس کیسی دھوم دھامی سنیوں کی تقریریں ہوتی رہی ہیں۔ مگر ہے یہ کہ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ توبہ کیسے کریں۔ قبول حق کس طرح ہو۔ ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم۔